

پیر یحییٰ

رجسٹرڈ ایڈیٹر نمبر ۲۶۵

مشال الاسلام

۶۵

بھیر (مغربی پاکستان)

ماہ اپریل، مئی ۱۹۴۰ء

کتابخانہ

چند سالانہ
مئی
فی پچیس ۴۲

شمس الاسلام
ماہنامہ

ہر گریزی ماہ کی پانچ
تاریخ
کو شائع ہوتا ہے۔

غلام حسین

مدیر مسئول

جلد ۳۱ بابت ماہ اپریل مئی ۱۹۴۳ء مطابق شوال ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ شمارہ ۵۶

فہرست مضامین

| بہر شمار | مضمون | صاحب مضمون | صفحہ |
|----------|---------------------------------------|--|------|
| ۱ | بزم انصار | ادارہ | ۳ |
| ۲ | ملفوظات | حضرت خواجہ عثمان ہارونی پٹنوی رحمۃ اللہ علیہ | ۵ |
| ۳ | ارشادات نبویؐ | جناب بختیار سلمیٰ صاحب | ۶ |
| ۴ | الحمد للہ رب العالمین | مولانا غلام دغیر صاحب ناجی | ۷ |
| ۵ | کرامات اولیاء اکرام | (مانخوڑ) | ۸ |
| ۶ | حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ | جناب مولانا مولوی عبدالوہاب صاحب مدظلہ | ۹ |
| ۷ | یہ دنیا کس کی ہے؟ | محترم جناب نعیم صاحب مدظلہ | ۱۰ |
| ۸ | ایک شہنشاہ وقت اور ایک فقیر لویا نشین | جناب خالد مسعود صاحب لاہور | ۱۲ |
| ۹ | مسائل قربانی | ادارہ | ۱۵ |

سرخ نشان دائرہ میں سرخ نشان چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کار سالہ بذریعہ مئی۔ پی ارسال ہوگا جس کے لیے ایذا خراجات سے بچنے کے لیے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ مئی اور دسمبر میں خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں خیرا دی۔ پی واپس کر کے ایک اسلامی ادارہ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کے وقت خریداری منبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (منیجر)

باتمام غلام حسین ایڈیٹر پرنٹنگ پریس شانی پریس سرگودھا میں چھپ کر دفتر بریدہ شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ ضلع سرگودھا سے شائع ہوا

بزم انصار و کوائف کارکردگی حزب الانصار بیہر

دارالعلوم عزیز تریہ | دارالعلوم عزیز تریہ کا افتتاح دس سوال المکرم سے ہو چکا ہے اور علمائے کرام و اساتذہ

دارالعلوم عزیز تریہ نے تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کر دیا ہے طالبان علوم دینیہ آپکے ہیں اور تدریجاً آ رہے ہیں داخلہ آخر سوال تک کھلا رہیگا طلباء کو عظیم عربیہ تفسیر حدیث، فقہ، عقائد، معانی صرف نحو معقول فلسفہ، ادب عربی و فارسی، جمیع کتب دینیہ کی تعلیم نہایت اعلیٰ و احسن طریق سے دی جاتی ہے اور طلباء کے قیام و طعام سبق و طبق کا انتظام دارالعلوم کی طرف سے ہوتا ہے۔

عملہ دارالعلوم عزیز تریہ | دارالعلوم عزیز تریہ میں مندرجہ ذیل اساتذہ کرام تدریس کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں

استاذ العلماء مولانا غریب اللہ صاحب صدر المدرسین

فاضل نوجوان مولانا محمد اسحاق صاحب مدرس

استاذ الحفظ حافظ غلام اللہ صاحب مدرس

نائب حافظ اللہ دین صاحب

جناب مولانا محمد عظیم صاحب بدھ مبلغ

درس القرآن المجید | مذکورہ بالا اساتذہ کرام دارالعلوم میں سلسلہ تدریس کے علاوہ شہر کی مندرجہ ذیل مساجد

میں ہر روز بلانافہ صبح کی نماز کے بعد درس قرآن مجید دیتے ہیں اور قلمی علم کے لوگوں کے علاوہ گرد و نواح کے عیالات کے کثیر تعداد میں لوگ شریکیت میں ہر روز کو کتاب دارین حاصل کرتے ہیں۔

اب حضرت مولانا مفتاح احمد نجوی ہتھم دارالعلوم عزیز تریہ۔ مسجد کھجوری دہلی میں درس دیتے ہیں۔

۶۔ مولانا غریب اللہ صاحب۔ مسجد رحیم بخش دہلی میں درس دیتے ہیں

۳۔ مولانا محمد اسحاق صاحب۔ مسجد محالوالی میں درس دیتے ہیں

۴۔ مولانا محمد عظیم صاحب۔ مسجد والی میں درس دیتے ہیں۔

قرات | مدت سے کارکنان حزب الانصار و علمہ دارالعلوم عزیز تریہ طلباء دارالعلوم عزیز تریہ کو قرات پڑھانے کے لئے قلمی

کے ملاشی تھے مگر فرصت مستقل انتظام نہ ہونے تک جناب محترم قاری ایرانی صاحب نے وقت دینا شروع کر دیا ہے آپ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے فارغ التحصیل ہیں اور علم التجوید میں کافی دسترس رکھتے ہیں۔ انہوں نے طلباء کو حبیب اللہ وقت دینا شروع کر دیا ہے جس کے لئے کارکنان حزب الانصار و دارالعلوم عزیز تریہ شکر گذار ہیں۔

اوقاف جامع مسجد بیہر

مضریٰ پنجاب میں جن مساجد اور مزارات کے ساتھ اوقاف ہیں ان کا نظم و نسق حکومت آہستہ آہستہ سنبھال رہی ہے تاکہ ان اوقاف کی آمدن سے تعلیمی اور رفاہی امور سرانجام دیئے جائیں اور عوام الناس اس سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوں جو نعمت کی یہ کارگزاری قابل تحسین ہے۔

جامع مسجد بیہر کے قدیمی ہونے کے باعث بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے ساتھ بھی کافی اوقاف ہیں جن کی آمدن ہزاروں تک ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ جامع مسجد کے اوقاف پر روشنی ڈالی جائے جامع مسجد کے ساتھ چند سیکنے زمین کے ہیں جو کہ اکثر سال زیر آب رہتے ہیں اور کوئی وقف نہیں ہے۔ ان سیکنوں کی اتنی آمدن بھی نہیں جس سے ایک موٹوں یا خادم مسجد کی قوت لایوت کا سامان ہو سکے۔

ان اوقات کی تفصیل مع دستاویزات وغیرہ حکمہ اوقاف کے پاس رجسٹرڈ کرانے چاہئے ہیں۔

غلطی
ازالہ رکھی۔ بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ حکیم عبدالقادر صاحب مرحوم نے ایک مربع زمین زرعی اراضی مسجد کے نام وقف کر رکھی ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کہ ایک مربع زمین حکیم عبدالقادر صاحب مرحوم نے مسجد کے نام وقف کر دی تھی۔ اس کا ثبوت کاغذات مال سے مل سکتا ہے۔ البتہ سنا گیا ہے کہ کچھ ایگز زمین چند مساجد کی تعمیر کے لئے انہوں نے اپنی ہی کھاتہ میں درج کر رکھی تھی کہ اس کی آمدن ان مساجد پر خرچ کی جائے جن کی تفصیل اور آمد و خرچ ان کے در شمار کے پاس ہے اس سے کارکنان جامع مسجد کا کوئی تعلق نہیں۔

غرضیکہ

جامع مسجد کے اخراجات ہنگامی چندہ سے پورے کئے جاتے ہیں جو کہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ارباب خیر کی توجہ سے ملتے ہیں ان کا باضابطہ حساب کتاب دفتر میں موجود ہے۔
اب جامع مسجد کی بیرونی ڈیوٹی اور وضو کی جگہ قابل تعمیر ہے اور فوری قابل توجہ ہے۔ انشاء اللہ العزیز وضو کی جگہ اور نئی ٹوشیاں نئی نالیاں اور نئی ٹینکی منقریب بنوانی شروع کر دی جائے گی۔
ما توفیقی الا باللہ۔

میسرک کے طلباء متوجہ ہوں

نو بہاولن قوم تم اپنے امتحانات سے فارغ ہو چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت بار آور فرمائے اور امتحان میں کامیاب کرے۔ اب آپ کا فراغت کا وقت ہے آپ اسے ضائع نہ کریں بلکہ نتیجہ نکلنے تک آپ دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ کی پیش کش میں شرکت کریں۔ آپ کو تین ماہ کے عرصہ میں قرآن مجید اور دینی تعلیم سے روشناس کرایا جائے گا۔
بیرونی طلباء کے رہائش اور قیام و طعام کے اخراجات دارالعلوم کی طرف سے مفت ہوں گے۔

ہدیٰ شکر

گزشتہ ماہ حضرت مولانا افتخار احمد صاحب گجڑی ہنتم دارالعلوم عزیزیہ نے بیعت مولانا عمر عظیم صاحب بدر مبلغ حزب الانصار بید آباد اور کراچی کا سفر کیا۔ اور اہل خیر نے دارالعلوم کی امداد فرما کر خوشنودی الہی حاصل کی۔ مجلس عاملہ اور کارکن محلی حضرات کے شکر گزار ہیں اور بارگاہ رب العزت میں ان کی سلامتی جان۔ ایمان کے لئے دعا گو ہیں۔

احسن انڈا حسن الجناہ

ملفوظات

خَيْرٌ خَوْلَاجٍ خَوْلَكَانِ خَوْلَاجُكَانِ هَاؤُنِي حَيْثِي حَمْدُكَ عَلَيَّ

دروزی کمانے اور کام کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے اٹھ کر پوچھا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیشے کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ آنحضرت نے فرمایا کہ تیرا پیشہ گیدہ ہے، اُس نے عرض کی کہ درزی کا کام۔ آپ نے فرمایا اگر تو راستی سے یہ کام کرے تو بہت اچھا ہے قیامت کے دن نوادیس پیغمبر علیہم السلام کے ہمراہ بہشت میں جائیگا۔ پھر ایک امراؤمی نے اٹھ کر عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پیشے کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ تو کیا کام کرتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ کھیتی باڑی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ بہت اچھا کام ہے اس واسطے کہ یہ کام مہتر ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ یہ مبارک اور خاندہ مند کام ہے خداوند تعالیٰ جہنم ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے تجھے برکت دے گا۔ اور قیامت کے دن بہشت میں تو مہتر ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک ہوگا۔

پھر ایک اور آدمی نے اٹھ کر عرض کی۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رائے میں میرا پیشہ کیا ہے؟ آنحضرت نے فرمایا: کہ تو کیا کام کرتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ میرا کام تعلیم ہے۔ آپ نے فرمایا: تیرے کام کو خداوند تعالیٰ بہت ہی اچھا جانتا ہے اگر تو حقیقت کو فیضیت کرے گا تو قیامت کے دن بہتر خضر علیہ السلام کا سا ثواب ملے گا۔ اور اگر تو محل کرے گا تو آسمان کے فرشتے تیرے لئے معافی کے خواستگار ہوں۔ پھر ایک اور آدمی نے اٹھ کر عرض کی اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیشے کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ تیرا پیشہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ سوداگری۔ آنحضرت نے فرمایا: کہ اگر تو راستی سے یہ کام کرے گا تو بہشت میں پیغمبر کا ہمراہی ہوگا۔

پھر فرمایا کہ روزی کمانے والا خدا کا دوست ہوتا ہے لیکن اسے چاہئے کہ نماز ہر وقت ادا کرے اور شریعت کی حد سے قدم باہر نہ رکھے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایسا روزی کمانے والا خدا کا پیارا ہے اور خدا کا صدیق ہے۔

پھر فرمایا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دکانداری کیا کرتے تھے جب آخری زمانے میں آپ کو مسلمانوں کی حقیقت معلوم ہوئی تو آپ نے دکانداری ترک کر دی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے دوکان کیوں چھوڑ دی آپ نے فرمایا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ دکانداری کے ہمراہ مسلمان ٹھیک طوع پر نہیں رہتی تو میں نے دکانداری چھوڑ دی۔ پھر فرمایا کہ روزی کمانے والا خدا کا صدیق ہوتا ہے لیکن جس شخص کو خدا پر بھروسہ ہے اس کے لئے روزی کمانا کفر ہے اگر جس وقت نماز کا وقت قریب ہو۔ کام۔ دھندے چھوڑ کر نماز ادا کرے۔ تو ایسا روزی کمانے والا صدیق ہے۔

باب الحدیث

ارشادات نبوی ﷺ

محترم بختیار سلمیٰ صاحب گورنمنٹ کالج لائل پور شہر

۱۴۔ آدمی کے لئے اتنی ہی برائی کافی ہے، کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

۱۵۔ رحم رحمن سے مشتق ہے۔ جو کوئی اس کو ملائے گا رحمن سے ملے گا۔ جو کوئی اس سے قطع کرے گا۔ وہ رحمن سے قطع کرے گا۔

۱۶۔ اللہ کے نزدیک دو قطرودں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں۔

ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور ایک خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں گرا ہو۔

۱۷۔ حلال چیزوں میں کوئی چیز خدا کے نزدیک ایسی بری نہیں جتنی طلاق۔

۱۸۔ میں اور میری امت کے پرہیزگار لوگ تکلف سے بری ہیں۔

۱۹۔ مجھے اپنی امت میں زیادہ خوف منافق اور زبان دراز کا ہے۔

۲۰۔ جو دنیاوی حیثیت میں تجھ سے زیادہ ہے اس کو مت دیکھ کہ ناشکری پیدا ہوگی۔

۲۱۔ جس نے جھوٹ سے بچنے کی کوشش کی۔ وہ کئی دوسرے گناہوں سے محفوظ رہا۔

۲۲۔ اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کو کبھی نہیں بخشے گا۔

۲۳۔ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہے۔

۱۔ جو شخص اپنے ظالم پر بدعا کرتا ہے وہ اپنا بدلہ لے لیتا ہے۔

۲۔ جو شخص تلاشِ علم میں نکلا۔ وہ واپسی تک گویا اللہ کی راہ میں چلتا رہا۔

۳۔ آپ نے اس چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس پر پردے نہ ہوں۔

۴۔ جب دو مسلمانوں نے تلواریں سے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔ تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ قاتل تو دوزخی ہوا، مقتول کیوں؟ فرمایا کہ اس نے بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ کر رکھا تھا۔

۵۔ مومن کامل دوسری شخص ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔

۶۔ بخیل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

۷۔ سخی گنہگار، بخیل عابد سے خدا کے نزدیک اچھا ہے

۸۔ کسی قوم سے مشابہت پیدا کرنا، اسی میں سے ہونا ہے۔

۹۔ ایسی نعمت کسی کو نہیں ملی، جو صبر سے بہتر اور بڑی ہو۔

۱۰۔ جو چیز اولاد کے لئے بازار سے لائے پہلے لڑکی کو اور پھر لڑکے کو دے۔

۱۱۔ عادل حاکم کی تعظیم کرنا، خدا کی تعظیم میں داخل ہے۔

۱۲۔ مومن کی فراست سے بچتے رہو، یقیناً وہ اللہ کے فضل سے دیکھتا ہے۔

۱۳۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ بدلہ نہیں لیتا۔

الحمد لله رب العالمین

مولانا غلام دستگیر صاحب ناٹی

تیری بادشاہی ہے دونوں جہاں میں تیرا حکم جاری ہے کون و مکاں میں؛
 تجھے جلوہ گر ہر جگہ میں نے پایا؛ چھپا کر چہ تو پردہ لامکاں میں؛
 عیاں تیری قدرت ہے دشت و جبل پر تیرا فیض جاری ہے کون و مکاں میں
 تڑپ برق میں، نور تیرا سمر میں چمک خور میں خوشبو تیری بوستاں میں
 تری تیری شبنم میں، پتوں میں سبزی؛ نزاکت گلوں میں، تکلم زباں میں؛
 ہوا کو سبب زندگی کا بنایا؛ پرندوں کو تھامے ہے تو آسماں میں
 غریبانِ دشت و سمندر کی خاطر جلاتے ہیں تو نے دیئے آسماں میں
 بنایا جو ہم کو محمد کی امت ہوئے ہم ہیں ممتاز سارے جہاں میں

تیری ذات یا رب ہے اعلیٰ و ارفع

وہ کیا آئے نامی کے وہم و گماں میں؛

کرامات اولیاء کرام

نے پانی کا گھڑا اٹھا کر پھینک مارا۔ خلفاء نے یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھا تو تاریخ اور وقت قلمبند کر لیا۔

ایک ہفتہ کے بعد حضرت کا ایک خاص عقیدت مند حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا کہ ”میں جنگل سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک غمزدن کا شیر نے مجھ پر حملہ کیا قریب تھا کہ شیر مجھے آگ دباؤں کہ میں نے حضرت کے دیدار سے جناب باری میں دعا کی تو اچانک پانی کا بھرا ہوا گھڑا غیب سے نمودار ہوا اور شیر کے سر پر پڑا۔ وہ چیخا چلاتا گیڈر کی طرح بھاگ گیا۔

جب خلفاء نے تاریخ اور وقت کا مقابلہ کیا تو وہی تاریخ اور وقت تھا جب حضرت نے گھڑا پھینک کر مارا تھا۔

حضرت مولانا کے طلباء میں سے ایک طالب علم ابوعلی سینا کی معجزہ الٰہیہ اشعارات پڑھتا تھا۔ ایک مشکل مقام پر وہ طالب علم حضرت مولانا سے بحث کرنے لگا تو آپ نے فرمایا۔ جو میں کہتا ہوں وہی مصنف کی مراد ہے۔ طالب علم نے کہا۔ مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ حضرت نے ذرا مراقبہ فرمایا، تو ایک اجنبی شخص حضرت مولانا کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ ”اگر میری بات سمجھ میں نہیں آتی تو ان سے پوچھ لو۔“ شاگرد نے اجنبی شخص سے پوچھا تو اس نے بھی وہی بتلایا۔ جو حضرت مولانا بتلا رہے تھے۔ طالب علم نے حیرت کے ساتھ اجنبی سے اس کا نام پوچھا اور اس نے کہا میرا نام ابوعلی سینا ہے۔ اور یہ کہہ کر وہ بھی شخص نظر دل سے غائب ہو گیا۔

(دعوت)

حضرت شیخ مولانا شہباز محمد بھاکپوری سے حضرت خضر علیہ السلام کو بے حد محبت تھی۔ حضرت خضر نے آپ کو ایک پتھر بطور ہدیہ دیا تھا اور وہ آپ کے پاس رکھا ہوا تھا کہ کسی طرح کے حادثے میں کنوئیں میں پھینک دیا۔ ایک روز جب حضرت خضر آپ سے ملنے آئے تو اس پتھر کے بارے میں آپ سے دریافت کیا تو حضرت شیخ اُسے بھول چکے تھے اس کے متعلق معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ایک لوط کا اُسے کنوئیں میں پھینک آیا ہے حضرت خضر نے اس پر فرمایا تم نے اس پتھر کی قدر نہ کی، وہ سنگِ پارس تھا جس چیز کو بھی اس سے مس کیا جاتا سونا بن جاتی۔ اس پتھر کے بعد تمہاری اولاد کو دنیا میں کوئی ضرورت باقی نہ رہتی۔“

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یس کر ایک استنجہ کا ڈھیلا اٹھایا اور اُسے دیوار پر پھینک کر مالا تو دیوار سونے کی بن گئی اس کے بعد آپ نے خضر سے فرمایا: بھائی بارگاہِ الہی میں میری بس یہی دعا ہے کہ میری اولاد میں صرف وہی نعمت باقی رہے جسے کوئی چور چلا نہ سکے۔“

اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا: ”ظالم کنوئیں میں سے اپنا پارس پتھر نکال لیجئے“ جب حضرت خضر علیہ السلام کنوئیں پر گئے تو وہاں ایک پتھر کی بجائے پارس پتھروں کا ڈھیر موجود تھا اور حضرت خضر علیہ السلام یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

ایک دن حضرت مولانا شہباز محمد بھاکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نماز کے لئے وضو فرما رہے تھے آپ کے خلفاء بھی حاضر تھے وضو کرتے کرتے یکایک آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ

حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ

محترم جناب مولوی عبدالواہب صاحب عنایت

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالشُّرَى لَتَنَاوَلَهُمُ رِجَالٌ مِنْ
أَبْنَاءِ قُلُوبِ (تبیین الصیغۃ والبیغ فی اللغۃ)

ترجمہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر علم شریا پر ہوتا تو فارس کے لوگ اس کو لے لیتے۔
(اکابر محدثین کہتے ہیں کہ یہ بشارت حضرت ابو حنیفہ کی نسبت ہے)

خاندان اور نام

رکھا کرتے تھے اور نہایت ہی خلوص عقیدت سے آداب بجا
لاتے تھے۔ میں جب ان کے ہاں ان کے بیٹے ثابت پیدا
ہوئے تو انہیں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت اقدس
میں لے گئے، حضورؐ نے جرجاد شفقت سے ان کے اودان
کی اولاد کے حق میں دے لئے تھیں۔

ولادت

حضرت امام ممدوح کے والد ماجد ثابت علیہ الرحمۃ
کو ذہین رہ کہ تجارت کیا کرتے تھے آپ نے اس دیانت و
صدقت سے تجارت کو روزی دی کہ وہ رفتہ رفتہ لاکھوں روپے
کے مالک ہو گئے۔

چونکہ ثابت سخاوت میں بے مثل تھے اس لئے ان کی
دوکان پر بڑے بڑے فقہاء اور علماء کا مجمع رہتا تھا اور وہ
لوگوں کی امیدوں سے زیادہ مدد کرتے تھے انہوں نے

آپ کا اکرم گرامی نغان۔ ابو حنیفہ کو نیت اودامام اعظم نقیب ہے
آپ کے والد ماجد کا اکرم شریف ثابت اور جد امجد کا اکرم مبارک
زوطی ابن ماہ تھا۔ قابل وثوق روایتوں سے ثابت ہے کہ مشہور
شخص زوطی بن ماہ (مرزبان) اسلام قبول کر کے کوفہ میں سکونت
پذیر ہوئے تھے جن کا اسلامی نام نغان ہے اور قبیلہ بنی تمیم کے
حلیف ہونے کی وجہ سے ان کے مولا (مشتق از دلا) کہلاتے
تھے۔ چونکہ مولا کے معنی غلام کے بھی ہیں اس لئے بعضوں نے
غلطی سے ان کو غلام سمجھ لیا ہے لیکن اب یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ
گیا ہے کہ حضرت امام اعظم کے دادا بھی النسل تھے اور مختلف
تاریخوں سے یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ آپ ایران کے شاہی خاندان
سے تعلق رکھتے تھے۔ امام ممدوح کے جد امجد (زوطی) جناب امیر
المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مبارک محبت کی تاثیر سے
مشرقت باسلام ہوئے۔ آپ کے دربار میں زوطی اکثر آمد و رفت

تینوں مقدس جگہوں میں سے ہمارے پیارے امام کو تابعی ہونے کا فخر حاصل ہے۔

(۱) چنانچہ آپ نے بصرہ میں پیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دیدار سے (جن کی وفات ۳۰ھ میں ہوئی) اپنی آنکھوں کو متور کیا۔

(۲) کوفہ میں جو عبداللہ بن ادنیٰ صحابی بن کاہم مبارک علیہ السلام بن قیس سلمیٰؓ ہے آپ کی ولادت کے وقت موجود تھے۔ جن کی وفات اُن صحابہ کرام میں سے جو کوفہ میں رہتے تھے سب کے اخیر میں ۸۲ھ سے ۸۳ھ تک کسی سال میں ہوئی۔

(۳) حضرت سہیل بن سعد بن مالک سعدی انصاری رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابو العباس ہے اور ۱۱۸ھ سے پہلے جن کا نام خزن تھا۔ مدینہ منورہ میں آپ کی ولادت کے وقت زندہ تھے انہوں نے مدینہ منورہ کے تمام صحابیوں کے بعد ۸۸ھ یا ۹۱ھ میں رحلت فرمائی۔

(۴) حضرت ابو الطفیل عامر بن داؤد دمشقی کنانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے جبکہ اپنے باپ کے ساتھ ۹۶ھ میں پہلا حج کیا۔ دنیائے اسلام میں بھی صحابی ہیں جو سب کے بعد ۲۰۰ھ میں عالم عقبہ کو مدح عار سے۔

تاریخ موجود ہے

واقعات حاضر ہیں جن سے حضرت امام مہرؒ کا درجہ تابعیت و ہفتہ وثوق سے ثابت ہوتا ہے۔ علامہ سیوطی نے اس باب میں ایک خاص رسالہ لکھا ہے اور بہت سے لوگوں نے آپ کا تابعی ہونا نقل کیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:-

(۱) فرمایا حمزہؓ ہم نے کہ میں نے سنا ہے کہ دارقطنی کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کو کسی صحابی کی اتفاق حاصل نہیں ہوتی یہ غلط ہے بلکہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو چشم خود دیکھا ہے۔

اپنی سخاوت اور دیگر اوصاف حمیدہ سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا تھا ۳۵ برس کی عمر میں انہوں نے ایک قیرش عرب کی لڑکی سے جو کوفہ میں رہتی تھی نکاح کیا۔ پورے پانچ سال کے بعد جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی ہوئی خدائے تعالیٰ نے سسٹھ میں اُن کو فرزند ارجمند عطا کیا جن کا نام انہوں نے نعمان رکھا یہی مولود مسعود بڑے ہو کر سے امام اعظمؒ کے لقب سے اور وضعی معنی کے اعتبار سے ابو حنیفہ کی کنیت سے مشہور ہوئے اور زمانہ نے آگے چل کر ان کو وہ شہرت دی کہ جس کی نظیر حال ہے ان کے مقبل ہونے کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ان کی تقلید کو شاہان اسلام نے اپنا سبب شرف خیال کیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ عبدالملک بن مروان جو خاندان مروانیہ کا دوسرا تاجدار شمار کیا جاتا ہے مسند آئست خلافت تھا۔

جن خوش قسمت لوگوں نے حالت اسلام میں جناب سرورِ عالم مبارک کائنات علیہ الف الف تحیات کے جلال پر انوار سے فیض حاصل کرنے یا حاضر خدمت ہونے کا شرف پایا یعنی جس کو رویت یا اتفاقاً حاصل ہوئے وہ صحابہ کرام کے لقب سے ممتاز ہوئے۔ رویت کے معنی دیکھنے کے ہیں اور اتفاقاً کو کہتے ہیں کہ خدمت میں حاضر ہو جائے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ اندھے کو زیارت نہیں ہوتی اتفاقاً ہوتی ہے۔ نابینا کو صحابی میں داخل کرنے کے واسطے لفظ اتفاقاً استعمال ہوا ہے اور اخذ حدیث آپ کا کلام سننے پر منحصر ہے اگر کسی شخص کو فقط رویت یا اتفاقاً حاصل ہوا اور روایت نہ ہو تو صحابی وہ صحابی ہے جسے تمام محدثین کا مسلم ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے اسی بنا پر تابعی وہ ہے جو کسی صحابی سے اس کو کمال اسلام اتفاقاً یا زیارت ہو۔ اخذ حدیث ہو یا نہ ہو اور تابعی وہ ہے کہ اسی طرح تابعی سے اس کو اتفاقاً یا زیارت ہو۔ ان

بیچین

آپ کے والد بزرگوار بہت بڑے سوداگر تھے ان کی تجارت کا سلسلہ بہت وسیع تھا اس لئے آپ بھی جوں جوں بڑے ہوتے گئے تجارت کی طرف خود بخود میلان ہوتا گیا آپ نے اس وجہ سے ابتدائے میں معمولی نوشت و خواند اور قرآن شریف کے سوا کچھ نہیں سیکھا۔ البتہ چوٹی کی عمر ہی میں تجارت کے اموال سے خوب واقف ہو گئے اور نگاہ ہی برس کی عمر میں اپنے والد ماجد کو تجارت کے معاملات اور اس کے پیچیدہ کاروبار کے بوجھ سے سبکدوش کر دیا یہی ایک بڑی وجہ تھی جس نے آپ کو دکان میں تعلیم کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا بعض علمائے اس کی ایک اور بھی معقول وجہ یہ لکھی ہے کہ وہ زمانہ حلاج بن یوسف کی بادشاہت کا تھا۔ عراق میں اُسی کی حکومت تھی جس کے حکم و پے انصاف کی مثالیں دنیا میں مشہور ہیں وہ علماء و فضلاء کو خاص طور پر دلیل کیا کرتا تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ تمام علمی ترقیوں پر پانی پھر گیا غالباً یہی وجہ تھی کہ ہمارے اہم بیچین میں تحصیل علم سے قاصر رہے تاہم آپ کی دوکان اور مکان پر بٹنے بٹنے ایمان اور کونہ کے اشرف جمع ہوتے تھے اور ہر قسم کے عالم و فاضل آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ جن کی باتیں سن کر آپ کے دل میں تحصیل علم کا دلولہ اٹھتا تھا اور آپ چاہتے تھے کہ اس میدان کو بھی طے کیا جائے۔

چشم

انسان کا فطرتی فرض ہے کہ وہ کام کرے کیونکہ دوسرے جانوروں کی ضروریات کے سامان قدرت نے خود بہم پہنچا دینے ہیں انہیں ان کے حاصل کرنے میں صرف معمولی تلاش کرنی پڑتی ہے مگر انسان کو ایسی طبیعت عطا

ہوئی، حافظہ اس بھر سقلائی دے کہ فن حدیث کے ایک معجز میں منوی لیا گیا۔ انہوں نے جواب میں لکھا: اہم ابوحنیفہؒ نے صلیب کی ایک جماعت کو پایہ کیونکہ وہ کوفہ میں شیعہ میں پیدا ہوئے۔ اور اس وقت صحابہ میں عبداللہ بن ادنی صحابی زندہ تھے جو بعد میں فوت ہوئے (بالاعتاق) اور بصرہ میں انس بن مالک زندہ تھے جو کوفہ کے بعد فوت ہوئے اس مسئلہ پر مختلف دفتوں میں بحثیں ہو چکی ہیں اور علمائے عظام نے اس کی تائید میں بڑے بڑے دلائل نقل فرمائے ہیں جن سے حضرت امام ممدوح کا طبقہ تابعین میں ہونا اگرچہ بڑا ہی سے بھی ثابت ہے۔ آپ بے شک تابعی تھے۔

امام ممدوح کا تبع تابعی کا درجہ

تبع تابعی سے کسی کو انکار نہیں لیکن تبع تابعی ہونا ہی کیا کم مرتبہ ہے یہ درجہ بھی ممتاز و ممتاز ہے یہ بھی ویسا ہی اعلیٰ اہل افضل ہے کیونکہ حضور اکرمؐ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پاک ہے۔ کہ ”سب زمانوں سے اچھا خیر و برکت والا میرا زمانہ ہے پھر جو اس کے بعد آئے گا پھر جو اس سے ملے گا۔“

اس حدیث خیر القرون میں تابعی اور تبع تابعی دونوں اہل ہیں۔ اس لحاظ سے پہلا درجہ صحابی کا اور دوسرا تبع تابعی کا اور تیسرا تبع تابعی کا ہے اور تبع تابعین کا عہد دو سو سال کے بعد تک رہا ہے چنانچہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ جو تبع تابعی اور تبع تابعین کی جماعت میں ممتاز ہیں انہوں نے سنیہ میں وفات پائی اور حضرت امام اعظمؒ نے سنیہ میں رحلت فرمائی ہے۔

میں کچھ بچکا تو علم فقہ کی طرف میری توجہ مبذول ہوئی۔
(حیاتِ اعظم از فلکِ اعظم)

تحصیلِ علم

حضرت امجدِ مروج نے بچپن میں معمولی تعلیم پائی تھی البتہ
آپ کو علم کا شوق بہت تھا۔ گویا اس کے حصول کے لئے تجارت
کے کاروبار سدا رہا تھے

عقودِ اجماع میں لکھا ہے کہ اہم شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے
آپ کی صورت کو دیکھتے ہی یہ کہہ دیا تھا کہ اس ہونہار بچہ کی
پیشانی میں قدرت نے نورِ قابلیت رکھا ہے اگر یہ قوانینِ فطرت
کے مطابق عمل کرے گا تو بہت کچھ ترقی کرے گا۔

ظاہری دنیوی دولت و آسائش کے باوجود آپ کے
دل میں یہ ایک عظیم الشان سوال ہمیشہ پیدا ہوتا تھا کہ مجھے کیا
کرنا چاہیے میں کس لئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں کہ صرف اس تجارت
کو ترقی دے دوں اور دوکان پر بیٹھا رہوں؟ آخر کار اس خیال نے
آپ کو بے قرار کر دیا اور آپ نے علم حاصل کرنے کی طرف
اپنی توجہ مبذول کی۔ خوش قسمتی سے یہ زمانہ عمر بن عبد العزیز
کی خلافت کا تھا جس میں ہر طرح سے امن و امان قائم ہو گیا تھا
تعلیم کا انتظام بھی باقاعدہ اور خاطر خواہ تھا لوگوں نے حصولِ علم
کی جانب پھر توجہ شروع کر دی تھی آپ نے بھی علمی ترقی کی طرف
اپنی سعی اور ہمت صرف کی۔ گویا اب تک آپ کو کوئی باقاعدہ
تعلیم نہ ملی تھی تاہم آپ کو صد مسائل یاد ہو گئے تھے آپ جو بزرگ
بچپن سے ذہین و تیز طبع تھے آپ نے سینکڑوں مسائل کو فیض
محبت سے اپنی میزبان عقلِ دہم میں تولی کر انہیں بخوبی ذہن نشین
کر لیا تھا تو توفیقِ حافظہ وہ بڑھی ہوئی تھی کہ دماغ کا اکثر حصہ ایک بار
سننے سے یاد ہو جاتا تھا آپ بصرہ میں بھی آیا جہاں کرتے تھے
کچھ تجارت کی عرض سے اور کچھ علمی مباحث کے شوق سے۔

ہوتی ہے جس کے مقاصد اُس کی زندگی سے بڑھ کر ہیں اس
لئے کام انسانی طبیعت کا سبب اور فطرتی جزو ہے۔ جو
انسان کو نہ صرف جسمانی بلکہ اپنی اخلاقی ضروریات کے لئے کرنا
پڑتا ہے تاکہ ان غویوں کو حاصل کر سکے جن کے ساتھ اُس کی
ہیبت و وابستہ ہے اپنا بوجھ دوسرے پر ڈالنا محض
اخلاق و تمدن انسانی ہے۔

حضرت امامِ دالاشان کا کام یا پیشہ (جو دنیوی ضروریات
زندگی کو بڑا کرنا تھا)۔ تجارت تھا۔ جو آپ کے باپ و دادا کی
میراث تھی حضرت امام نے اپنے پیشہ کی نسبت فرمایا ہے کہ:۔
”ہمارے ہاں گو تجارت و دینِ پشت سے چلی آ رہی ہے
لیکن بزرگانِ دین اور ائمہ شریعہ بین اور راویانِ دین محمدی کی
خدمت اور محبت کا شرف بھی ہمیشہ سے حاصل رہا ہے۔ ایک
زمانہ وہ تھا کہ ہم سلطنت کرتے تھے کیکاوسی جبر و اقتدار
میں ہمارا بہت بڑا حصہ تھا جب وہ سلطنت کیکاوسیوں کے ہاتھ
سے جاتی رہی اور ضرور جانا چاہیے تھا اس لئے کہ وہاں معلم و تلم
کی انتہا ہو گئی تھی تو کیکاوسی ہمارے خاندان کا نصیب چمکا اور ہمارا
خاندان مشرفِ باسلام ہوا۔ میرے والد بزرگوار کو حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے گود میں لے کر پیار کیا اور بہت کچھ دعائے
خیر دی۔ میرے والد حضرت ثابت اور دوسرے محدثین اور
صحابہ کی خدمت میں جب حاضر ہوتے تھے تو مجھے بھی اپنے
ساتھ لے جاتے تھے بچپن ہی سے مجھے علم کا شوق تھا ان
بزرگانِ دین کی صحبت کی وجہ سے جو شہ دروز تحصیلِ علومِ نبویہ
میں نہایت سرگرم رہتے تھے میرے والد کو بھی میری تعلیم کی
طرف توجہ تامہ تھی پہلے انہوں نے قرآن شریف حفظ کرایا اور پھر
ان قواعدِ صرف و نحو کی تعلیم دلائی جو اُس وقت منضبط ہو چکے تھے
پھر علمِ کلام کی تعلیم میں نے مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ اور
بچپن ہی سے مجھے اس کا بہت شوق تھا جب علمِ کلام کی چاشنی

منضبط دیوجو کا کیرنیکو یکسان انصاف بلا واسطہ میں ہو سکتا ہے اور روزمرہ کے جھگڑوں کا کیسے فیصلہ ہو سکتا ہے آپ نے اپنے مبارک خیالات کو علم فقہ کی طرف متوجہ کیا اور علم فقہ کی تدریس کا بیڑا اٹھایا۔

خیالات کے اس تغیر و تبدل کے زمانہ میں آپ سے ایک عورت نے کوئی فقہی مسئلہ پوچھا آپ نے اہم حامد علیہ الرحمۃ کا پتہ دیا کہ ان سے پوچھو۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ جو جواب ملے مجھے بھی بتاتے جانا۔ چنانچہ اس عورت نے جب اس مسئلہ کا جواب واپس لے کر آپ کو سنایا تو آپ پر فقہ کا ایسا شوق غالب آیا کہ اسی وقت اہم حامد کے حلقہ درس میں جا بیٹھے۔

امام حماد کی تعریف

اہم حامد بن ابوسلمان مسلم علیہ الرحمۃ کو فقہ میں مشہور امام اور اشاد فقہ انہوں نے حضرت جی کریم کے خادم خاص حضرت الشریعہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی تھی اور حدیث حدیثیں انہیں یاد مقیم بہت سے تابعین کے فیض محبت سے بھی برکت پائی تھی فقہ میں عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) جیسے فاضل صحابی کے سلسلہ میں مقتدائے زمانہ تھے دو تلمذی اور فارغ المابلی نے اطمینان اور دل جمعی کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا بڑے شوق و ذوق اور غراغ خاطر کے ساتھ تعلیم فرماتے ان کا حافظہ بہت اچھا تھا جو حدیثیں حضرت انسؓ اذتہما بعین نے روایت کی تھیں وہ آپ کو بلفظ یاد مقیم بایں ہمہ بڑی صفت یہ تھی کہ مفسر اور نادار طلباء کے تخریج کا بوجہ خود برداشت کرتے۔ آنکھوں میں دن پر تکلف کھالوں سے اپنے گل شاگردوں کی دعوت کرتے اور فن حدیث فقہ پر ایک بہت بڑا کچر دیتے اور طلباء چپکے ہو کر سنا کرتے۔

امام حماد کا شاگرد بننے کا سبب

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امام ہمام علیہ الرحمۃ کے

کیونکہ بصرہ مختلف خیالات اور عقائد کا اس زمانہ میں مازیکاہ بنا ہوا تھا بڑے بڑے صاحب فضل و کمال دہاں علمی مباحثوں میں شریک ہوتے تھے اور طالب حق کے لئے یقینیت اور سبق لینے کا ایک عمدہ موقع تھا۔

امام ممدوح کا علم کلام میں کمال

حضرت امام دالاشان نے سب سے پہلے علم کلام میں کمال حاصل کیا۔ خدا کی آخری مقدس کتاب (قرآن کریم) میں خدا نے قدوس کی ذات و صفات اور مبدؤ و معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے فارسی و تناسیم میں فلسفے کی پیدائش کی وجہ سے اس میں دقیق بحثیں پیدا ہو گئی تھیں بلکہ ہوتے ہوتے عقائد کے تمام مسائل میں بھی یہی صورت واقع ہوئی۔ اور اختلاف راستے کے سبب کئی مغررتے پیدا ہو گئے آپ نے جب ادھر تو تیر کی تو تھوڑے ہی دنوں میں اس علم میں وہ کمال حاصل کیا کہ اس فن کے بڑے بڑے استاد بھی آپ کے ساتھ بحث کرنے سے جی ہڑاتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ دو لغمان اس علم میں بڑے پایہ پر ہیں۔

امام حماد کی شاگردی

حضرت امام دالاشان کو ایک دن خیال آیا کہ مجھے کوئی خاص کام کرنا چاہیے مسلمانوں کی ضروریات پر غور کرنے کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس وقت علم فقہ کو دن کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک کوئی قانون اسلام

حدیث کی تعلیم

حضرت امام والا شان کو امام حماد کی شاگردی سے پہلے ہی اس کا بھی خاص خیال تھا کہ جب تک حدیث میں کمال نہ ہوگا علمیت کی تکمیل نہیں ہو سکتی اور فقہ کی مجتہدانہ تحقیق حدیث کی تکمیل کے بغیر ممکن نہیں اسی واسطے آپ نے سادہ سی حدیث کی تحصیل بھی شروع کر دی تھی ان دنوں میں پہلے صحابہ کرام اور بعد ازاں تابعین کا جن شہروں میں زیادہ جمع ہوتا تھا وہی دانا علم کہلاتے تھے چنانچہ اس بارہ میں زیادہ مشہور اور مینر کہ کرمہ مدینہ منورہ مین بصرہ اور کوفہ تھے صحابی اور تابعی اکثر انہیں مقامات میں رونق افروز تھے علم و فضل میں ان واقعات کی ہمسری کوئی مقام نہیں کر سکتا تھا حضرت امام ممدوح انشان نے ان سب راہوں سے فیض پایا بلکہ مین و شام کے آثار سے بھی سندی۔

استاذان حدیث

کوفہ میں جتنے بڑے بڑے مشہور عالم حدیث بزرگ موجود تھے ان سب سے آپ نے حدیث سنی ان سب اور باب حدیث کا نام لکھنا تو محال ہے البتہ چند مشہور بزرگوں کے نام بیان کئے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے استاذ حدیث کسے کسے بزرگوار تھے۔

۱۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا اسم گرامی عامر بن شریح تھا مشہور تابعی تھے اور پانچ سو صحابہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے ۸۲ سال کی عمر میں ۳۰ھ میں عالم آخرت کو سدھارے۔
۲۔ حضرت سلمہ بن کھیل مشہور تابعی اور محدث ہیں کوفہ کے چار سب سے زیادہ صحیح الروایت محدثوں میں ان کا شمار ہے۔

۳۔ حضرت ابو اسحاق سلیمی تابعین میں اعلیٰ مرتبہ پر ہیں

امام حماد کی شاگردی میں داخل ہونے کی ایک یہ وجہ بھی ہوئی کہ ایک دن ایک طالب علم آپ کی دوکان پر سودا خریدنے کے لئے آیا اور اس کو سودے میں دیو ہو جانے کی وجہ سے فکر دامگیر ہوئی اس نے جلدی کرنے کی تاکید کی حضرت امام نے کچھ اور توقف کے لئے فرمایا اس نے کہا کہ آپ کو وقت کی نذر کیا معلوم؟ پڑھتے تو آپ پر کیفیت کھلتی کہ طالب علم کا ایک لمحہ کتنا قیمتی ہے یہیں اپنے استاد حماد کا خیال ہے کہیں وہ ہمارے ساتھیوں کو سبق شروع نہ کر دیں۔

طالب علم کے اس قول سے آپ کے دل پر ایک چوڑھی سی ٹگی اور ایسا اثر ہوا کہ آپ دوسرے ہی روز امام حماد کے شاگردوں میں جا بیٹھے چند روز تک تو آپ آخری صف میں جو مبتدیانوں کے لئے مخصوص تھے بیٹھے رہے مگر چند ہی دنوں کے بعد امام حماد کو معلوم ہو گیا کہ تمام شاگردوں میں ان کی دہانت و حافظہ کا ایک بھی نہیں اس لئے انہوں نے حکم دیا کہ آپ ہی سب سے آگے بیٹھا کریں امام حماد کے حلقہ درس کا وہی قاعدہ تھا جو آج کل کی یونیورسٹیوں میں ہے کہ شاگرد کبھی کسی صفوں میں بیٹھ جاتے ہیں اور استاد کسی مسئلہ پر کھڑے ہو کر پھر دیتا ہے امام حماد نے اپنی درس گاہ کا آپ کو فخر بجا اور امتیازی نظریں آپ پر ڈالیں نہایت مہربانی سے اپنے قریب جگہ دی اور آپ کی فطری قابلیت اور دہانت کو دیکھ کر حماد چھوٹے نہ سماتے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دس برس کامل گزرنے پر آپ امام حماد کے حقیقی جانشین بن گئے اور امام حماد نے سچی آپ کو اپنا جانشین مان لیا حضرت امام محدث نے امام حماد کے علاوہ گواہ و بزرگوں کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فقہ کی تحصیل کی لیکن اس فن میں آپ زیادہ تر امام حماد کے ہی تربیت یافتہ ہیں جنہوں نے ۱۳ھ میں وفات پائی ان کی وفات تک امام ممدوح ان سے فیض یاب ہوتے رہے۔

تشریف لائے اور ان مقدس مقامات کے علماء و فضلاء سے فیض حاصل کیا کہ کرمہ کے استاد دول میں حضرت عطاب بن سیراجؒ جیسے مشہور تابعی اور حضرت عکرمہ تابعی سے حدیثیں سنیں۔
مدینہ میں سات بزرگوار علم حدیث و فقہ کے مرجع و مآخذ تھے جن کے فتوے کے بغیر کوئی فیصلہ درست نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن جب اہم وہاں تشریف لے گئے ہیں ان میں سے حضرت سالم دسلمان (رضی اللہ عنہما) زندہ رہ گئے تھے۔
حضرت سالمؒ میں فوت ہوئے اور حضرت سلیمان بن یسارؒ نے سلمہ میں وفات پائی۔

ابن دول بزرگواروں کی فیض صحبت کے علاوہ اہم مخرج نے محدثین شام دین سے بھی تحصیل حدیث کی اور وہ اس طرح سے کہ حج کے دوافل میں آپؐ کو منقطع تشریف لے جاتے اور باہر کے آنے والوں سے جو مشہور محدث ہوتے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل حدیث کا شرف حاصل کرتے۔ آپؐ نے حضرت اہم مالکؒ سے جو آپؐ سے عمر میں دس گیارہ برس چھوٹے تھے حدیث شریف پڑھی بیان کیا جاتا ہے کہ اہم مدروح نے ایک ہزار یکم سے کم پانسو محدثین سے جن حدیث کی تکمیل کی اور آٹھ لاکھ حدیثیں آپؐ کو ازبر یاد تھیں۔ اہم صاحب بڑے زبردست محدث تھے آپؐ احادیث کے بیان کرنے میں عام محدثین کی طرح نہ تھے بلکہ احادیث کے بیان کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ تدوین فقہ کی وجہ سے آپؐ اہل الرائے کے نام سے مشہور اور مجتہد اعلیٰ کے لقب سے ممتاز ہو گئے

درس و افتاء

اہم کا وجہ تک زندہ رہے آپؐ کو ہر گاہ دس جلدی کرنے کی ضرورت نہ تھی جب ان کی وفات ہو گئی تو آپؐ نے

انہوں نے قریباً ۳۸ صحابہ سے (جن میں عبداللہ یعنی عباس عمراء زبیر کے بیٹوں کے علاوہ لقمان بن بشیر و مد بن انعم و جبرہ بھی ہیں) حدیث سن کر روایت کی ہے سلمہ میں پیدا ہوئے اور سلمہ میں وفات پائی۔

۴) حضرت ابو المغیرہ سماک بن حربؒ بھی بڑے مشہور تابعی ہیں انہوں نے انھی صحابہ سے فیض صحبت پایا۔ ان کی نسبت کہا گیا ہے کہ کبھی حدیث میں غلطی نہیں کھاتی۔ انہوں نے سلمہ میں رحلت فرمائی۔

۵) حضرت حواری بن وثارؒ تابعی ہیں بڑے زاہد، فقیہ اور علم حدیث میں صحبت تھے سلمہ میں وفات پائی۔

۶) حضرت ہشامؒ بن عروہ حدیث کے اہم اور مشہور تابعی ہیں کئی صحابہ سے حدیثیں سن کر روایت کی ہیں سلمہ میں پیدا ہوئے اور سلمہ میں رحلت فرمائی۔

۷) حضرت اعشؒ بن کاظم گرامی سلیمان بن ہریران سے علم حدیث اور قرأت میں بڑے پایہ کے تابعی ہیں۔ کئی صحابہ سے ملاقات اور فیض پانے کا شرف ملا انہوں نے سلمہ میں وفات پائی۔

۸) ابھرہ کے استاد دول میں حضرت قتادہؒ علم فقہ و تفسیر اور حدیث میں سب سے فیکر تھے حدیث میں حضرت انسؓ کے شاگردوں میں سے تھے اور فقہ و حدیث میں سعید بن مسیب مدنیؒ کے بھی شاگرد تھے سلمہ میں ان کا انتقال ہوا۔

۹) حضرت شعبہ علیہ الرحمہ کو جن حدیث میں امیر المؤمنینؓ کہا گیا ہے یہ بزرگ ہمارے اہم محدثان کی ہنم و ذہانت کی تشریف کیا کرتے تھے سلمہ میں وفات پائی۔

اس سلسلہ کو کہاں تک طوالت دی جائے مختصر یہ کہ اہم مدروح نے کوفہ و ابھرہ کے تمام علماء و فضلاء سے فقہ و حدیث کی سند حاصل کی۔ بعد میں آپؐ کو کوفہ اور مدینہ منورہ میں

الذنیما من رعتی الاخریٰ کو مد نظر رکھ کر دینی اور دنیوی بہودیوں کو حاصل کرنا ہے جن لوگوں نے اس قابل عمل محنت سے آگاہی پائی انہوں نے ہی اس کے حقیقی معنی سمجھ کر زندگی کی قدر کی ہے اور خدا کی دی ہوئی دولتوں اور نعمتوں کو قانون الہی کے موافق استعمال کیا ہے۔ منہ سے غیبت کو غنیمت جانا ہے لمحہ اور لحظہ لحظہ کو نعمت سے گناہے انہوں نے اس فانی زندگی کے چند روزہ زمانہ میں بہت کچھ کر کے دکھایا ہے۔

حقیقت میں جنہوں نے زندگی کے گراں مایہ اوقات کو حق شناسی راستی اور حسن کی یاد اور سلامت روی کی سیدھی راہ اختیار کر کے ہمیشہ محنت و مشقت سے قوانین الہی کی پیروی اور اپنے بولہ کی یادیں گزرا ہے وہی انسان انسان کہلاتے جانے کے مستحق ہیں بخلاف اس کے دنیا میں جس میں مٹو ہم مزاج شخص نے اپنی عجائب خیالی سے دنیا میں آرام و آسائش اور یاد خداوندی سے تغافل کیا اس نے اس دنیا میں آنے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا بلکہ اپنا بے زمانہ بے لگے ایک بُرا اور خوفناک اثر چھوڑا ہے خدا کے نیک نفس بندے پاکیزہ سیرت عالی خیال لوگ دیرین چھپ جانے کے بعد بھی اپنی مساعی جمیلہ اور مبارک محنتوں کے نتائج سے تاحال اسی طرح زندہ اور موجود ہیں جس طرح وہ زمین کے اوپر چلتے پھرتے تھے بڑے بڑے اولوالعزم بادشاہین کی مزاروں کو مایہ ناز سمجھتے ہیں ان کی پاک رومیوں بڑی راحت اور ابدی مسرت کے پر لطف میدانوں میں آزادی اور انبساط کے مزے لے رہی ہیں ان کی نمایاں کاریوں کی زندہ مثالیں ان کے حجامن و مساعی کی مجسم اور عیسیٰ جاگتی تصویریں مخلوق عالم کی چشم تصور سے کبھی اوچل نہیں ہو سکتیں۔

درس دنیا شروع کیا چند روز ہی میں آپ کے درگاہ کی شہرت تمام دنیا میں پھیل گئی کوفہ کے لوگ اور درگاہوں کو چھوڑ چھوڑ کر آنے لگے بلکہ آپ کے اُستاد و مدرسین کلام اور امام اعمش خود بھی آپ سے استفادہ کرنے لگے۔ اور اس سے لوگوں کو آپ کے درس میں شریک ہونے کی بڑی ترغیب ہوئی چہرہ در لوگ آپ کے حلقہ درس میں شریک ہو کر فیض یارب ہوئے۔

اب ہر ایک مسئلہ میں آپ ہی سے فتوے لیا جانے لگا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ لوگ خلیفہ وقت کے قاضیوں کی جو عہدہ قضا پر مامور تھے پر وہ انہوں نے نہ کرتے اور آپ کے فیصلے کو ہی مقدم سمجھتے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ جیسا کہ سرافاضل زمانہ بھر میں موجود دکھائی نہ دیتا تھا

آلاء و عبادت

انسان ہونے کی حیثیت سے آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے خالق و مالک کے حضور میں ہمیشہ عجز و انکسار کے ساتھ اس کے احکام اور اس کے مقررہ کردہ قوانین کے سچے اور نتیجہ خیز مود پر بھی غور کرے جن سے نہ صرف دینی یا دنیوی بلکہ تمام مشکلات زندگی اور اخروی کے عقد سے حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت انسان کا اس دائرہ فانی چند روزہ بطور مہمان رہ کر تشریف لے جانا ایک ذمہ و دست راز ہے جس کا اصلی مفہم اور سچی معنی انسان کے لئے زندگی میں خدا کی دی ہوئی دولتوں اور نعمتوں کی قدر و ثناء اس کے ساتھ محنت کرنا اور مصیبت و مشقت کی تکلیفوں کو صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرنا اور

ایسے پاک لوگوں میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوئی علیہ الرحمۃ کا اول نمبر ہے جنہوں نے اپنی مقدس زندگی میں وہ کر کے دکھلایا جو قابلِ تعریف و تحسین ہے نہ صرف یہی بلکہ عز و حر و در و عزیز و اقارب ہمسایہ مساکین اور طلباء وغیرہ کے حقوق کا کہاں تک لحاظ رکھا۔ دنیاوی کار و بار تجارت کو اپنی محنت و تدبیر سے کہاں تک ترقی دی۔ غرض جتنے کام انسان کے لئے دنیا میں اہل عالم کی بہتری کے لئے تائید الہیٰ نے مقرر کئے ان میں اہم مدوح نے بہت ساجہ لیا باوجود ان سب کمالات کے اہم صاحب کس طرح گواہ کر سکتے تھے کہ اپنے مولائے حقیقی محسن اصلی کی احسان فراموشی کی جائے اور اس کی یاد سے غفلت کی جائے رہبانیت نام ہے بیکار بیٹھے رہنے کا۔ بہت حق عباد کو پس پشت ڈال دینے غفلت سے بھاگ کر صحرا میں تنہا چھپ جانے۔ یوی پھول سے نفرت کرنے وغیرہ کا ان معب باتوں سے اہم مدوح متنفذ تھے اور کبھی بھی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے البتہ اس فرمانِ خداوندی: **رَحِمَالٌ لَا تَلْهَيْهِمْ تِجَارَةٌ وَ لَا بَيْعٌ وَ لَا مَكْرٌ** (یعنی اللہ کے بندوں کو تجارت اور خرید و فروخت یا دہائی سے نہیں روک سکتی) کے پورے عامل تھے آپ نے خداوند پاک کی یاد کے ساتھ دنیوی ضرورتوں کو ملحوظ رکھا۔ عامۃً خلایق کی خدمت کی اور ساتھ ہی دین الہی کی بھی وہ خدمت کی جو روزِ روشن سے بھی اظہر ہے۔

۱۔ اہم مدوح کے اتقا کی یہ حالت تھی کہ ہر وقت اور ہر لحظہ ہر کام اور ہر امر میں آپ خدا سے خدا جل جلال سے ڈرتے اور مخالف رہتے تھے گویا آپ کی ذاتِ اقدس ہیبت و خشیت الہی کا نمونہ تھی آپ کے شاگرد رشید حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا: **وَ لَوْ كُنْتُ بِمِثْلِ مَا فِيكَ لَكُنْتُ مِمَّنْ يَخْشَوْنَ اللَّهَ كُلَّ يَوْمٍ** (اگر مجھ کو یہ یقین نہ ہوتا کہ خدا مجھ سے بڑگ اور مقتدواہم مانے جاتے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں بیس سال آپ کی خدمت میں رہا آپ کے افعال کو غور

کی نظر سے دیکھا کیا میں نے غلامی میں آپ کو نگے سر یا ذرا ستانے کو پاؤں لمبے کئے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ آپ اگر خلوت میں اپنے پاؤں برٹھا کر بیٹھ جایا کریں تو کیا ہرج ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اے داؤد خدا کے سامنے خلوت میں بھی ادب سے ہی رہنا چاہئے۔“

۲۔ ایک دن آپ بازار میں کہیں جارہے تھے ایک لوطی کے پاؤں پر آپ کا پاؤں پڑ گیا وہ چیخ اٹھا اور کہا: ”تو خدا سے بھیس ڈرتا ہے؟“ آپ کو اس بات کے سننے ہی معاً غش آگیا۔ مسعر بن کدام ساتھ تھے انہوں نے سنبھالا ہوش میں آئے تو پوچھا کہ ایک لٹکے کی بات پر اس قدر بے قرار ہو جانا کیا تھا؟ فرمایا: ”دیکھا عجیب اس کی بات غیبی ہدایت ہو۔“

۳۔ ایک دن آپ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کوئی ناخن کے برابر کچھڑ آپ کے جامد مبارک میں لگ گئی آپ اسے دھونے لگے کسی نے عرض کیا کہ آپ تو اتنی نجاست کے ساتھ بھی نماز پڑھ لینے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور خود اتنی سی کچھڑ کو بھی دھوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”وہ فتویٰ تھا یہ تو تقویٰ ہے“

۴۔ ایک دن آپ کسی شاگرد کی دفات پا جانے پر اس کے گھر گئے دھوپ کا موقع تھا اور وہاں سایہ سوائے ایک دیوار کے سایہ کے نہ تھا مگر وہ دیوار جس کا سایہ تھا آپ کے مفروض کی ملکیت تھی۔ آپ اس دیوار کے سایہ میں اس خیال سے نہ بیٹھے کہ کہیں یہ بھی سود نہ ہو جائے۔

۵۔ ایک دفعہ آپ کسی کو مسئلہ بتا رہے تھے ایک شخص نے کہا: ابو حنیفہ خدا سے ڈر کر فتویٰ دیا کرو؟ آپ پر اس کلام سے ایسا اثر ہوا کہ آپ کے چہرہ کی رنگت زرد ہو گئی۔ اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ”بھائی تم کو خدا جزائے خیر دے۔ اگر مجھ کو یہ یقین نہ ہوتا کہ خدا مجھ سے

گرنے کا کیا ڈر۔ میں تو اکیلا ہوں آپ سنبھل کر رہا کریں کیونکہ
دین کے رستے میں اگر آپ کا پاؤں پھسل گیا تو سارے مسلمان
پھسل جائیں گے اور ان کا اٹھنا مشکل ہو گا۔

یہ سن کر آپ پر رقت طاری ہوئی اور اس کے بعد
سے آپ ہمیشہ ہر ایک مسئلہ میں مزید تحقیق اور خوب چھان
بین فرماتے تا وقتیکہ آپ کو پورا پورا اعتماد نہ ہوتا تو رستے
نہ دیتے۔

۸۔ ایک دفعہ آپ دوکان پر گئے تو نوکر نے کچھ تھان
نکال کر تقادی کے طوع پر کہا: ”خدا ہم کو جنت دے“ اتنا
سنستے ہی آپ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ رو رو کر شائے تو
کر تے آخر دوکان بند کر کے پھر سے پر و مال ڈالے ہوئے
کسی طرف کو نکل گئے دوسرے دن پھر دوکان پر جب تشریف
لائے تو نوکر سے کہا کہ بھائی ہم اس قابل کہاں کہ اپنے منہ
سے جنتی نہیں اتنا ہی قیمت ہے کہ غلاب میں گرفتار نہ ہوئی
یہی حال خلیفۃ المسیحین امیر المومنین حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ کا تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے
دن اگر مجھ سے نہ مواخذہ ہو نہ الغامطے تو میں بالکل راضی ہوں۔

۹۔ ایک روز آپ نماز عشا ادا فرما رہے تھے سورۃ
اِذَا نَسِرْنَا لَیْلَتِ پڑھی اخیر کی آیتیں سن کر امام صاحب
کی باطن کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے اپنے آپ کو
”مع اعمال کے عالم الغیب کے روبرو پایا۔ اس خیال سے
قلب مبارک پر ایک بجلی سی گری اور بے خود ہو گئے۔ اور
نمازی تو نماز پڑھ کر چلے گئے مگر وہ خدا کے فرمانبردار بندے
میں تک اس جگہ اسی صحت سے بیٹھے رہے کہ ربیض
مبارک ہاتھ میں تھی اور عاجزانہ لہجہ میں کہتے تھے: ”وہ اسے
وہ جو ذوق برابر رکھی اور ذوق برابر بدی دونوں کا بلکہ دے گا
اپنے غلام عثمان کو و ذرخ کی آگ سے بچانا۔“

مواخذہ کر کے گا کہ تو نے جانی کہ علم کو کیوں چھپایا۔ تو میں
ہر گز فتویٰ نہ دیتا۔

۱۰۔ ایک دفعہ خلیفہ منصور کی اس کی بیوی حمزہ خاتون
سے کچھ اک بن ہو گئی جس کا موجب یہ تھا کہ خاتون کو خلیفہ کے
عدل (ازواج میں مساوات قائم رکھنے) کے بارہ میں
شکایت تھی اس سے خلیفہ نے کہا کہ کسی کو منصف قرار
دو۔ اس نے آپ کو حکم قرار دیا خلیفہ نے آپ کو بھایا۔
آپ مسئلہ جانے کی نیت سے روانہ ہوئے خلیفہ کی بیوی
پر وہ میں بیٹھ گئی اس لئے کہ اپنے کا نزل فیصلہ سننے مسئلہ
کی نسبت ذیل کی گفتگو ہوئی۔

منصور: ”مرد شرعاً کتنے نکاح کر سکتا ہے؟“

امام: ”چار۔“

خلیفہ منصور نے اپنی بیوی کی طرف خطاب کر کے کہا
کہ ”دستی ہو“۔ پر دوسے سے آواز آئی: ”ہاں“
امام: ”لیکن یہ اجازت اس صورت میں ہے کہ عدل کیا جائے
ورنہ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے عدل نہ کر سکنے کی صورت
میں ایک سے زیادہ نکاح درست نہیں۔“

منصور یہ سن کر چپ ہو گیا اور آپ اپنے گھر چلے آئے
منصور کی بیوی نے پچاس ہزار درہم کے ٹوٹے آپ کی
خدمت میں بھجوا کر کہا بھیجا کہ دو میں آپ کی حق گوئی کی شکر
گزار ہوں۔“ آپ نے وہ درہم واپس کر دیئے اور کہا بھیجا
کہ ”دو میں نے جو کہا وہ کسی غرض سے نہیں کہا بلکہ میرا یہ
فرمان تھا میں نے اس کو پورا کیا ہے۔“

۱۱۔ ایک روز آپ نہیں جا رہے تھے راستہ میں کیچڑ
تھی اور اس میں ایک لڑکا جلدی جلدی دوڑتا پھرتا تھا۔ کسی
ادھر آتا کبھی ادھر جاتا آپ نے اُسے فرمایا وہ بیٹا سنبھل
کر چلو ایسا نہ ہو کہ گر پڑو“ لڑکے نے جواب دیا: ”میرے“

کے پاس بھی ایسا ہی لباس پہن کر جایا کریں۔
 آپ نے فرمایا: ”اپنے خالق و مالک کے واسطے
 زیب و زینت کو فی نسبت مخلوق کے ادنیٰ تر ہے۔“

امام مدوح کا اتفاق و عبات

۱۴۔ حضرت مسعر بن کدام کا بیان ہے کہ میں دیکھا کرتا
 تھا کہ حضرت ام عشا کی نماز پڑھ کر اپنے گھر جاتے تھے
 تو درمی ویر کے بعد پھر نکل کر مسجد میں تشریف لے جاتے
 اور نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے جب اس آیت پر پہنچتے
 اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَلُوْنَ صَعْتَبَ الدَّحٰوِ
 اَقَامُوا الصَّلٰوةَ۔

”جو لوگ خدا کی کتاب کو پڑھتے اور نماز قائم کرتے
 ہیں۔“ تو اس کو بار بار دہراتے تھے۔ پھر آگے چل کر
 جب اس آیت پر پہنچتے۔

اَمِّنْ هُوَ فَانْتَ اِذَا ذَاكَ الدَّیْل۔ اس کو بھی
 بار بار پڑھتے اور دیر تک پڑھتے رہتے اور یہاں تک
 کہ قیام فرماتے تھے کہ صبح کی روشنی کے نمودار ہو جانے
 تک تمام قرآن شریف ختم کر لیا کرتے تھے (المناقب)

۱۵۔ حضرت ام محمد بن الحسن الشیبانی جو آپ کے
 شاگردوں میں نامور اور مشہور فقیہ و محدث ہیں وہ بچپن
 سے ہی بہت وجہ اور خوبصورت تھے خدا نے پاک
 نے ان کو بہت حسین پیدا کیا تھا وہ جب آپ کی خدمت
 بابرکت میں آئے تو آپ نے پہلی دفعہ تو ان پر نظر ڈالی
 لیکن اس کے بعد پھر آپ نے کبھی ان کو نہیں دیکھا جب
 وہ حلقہ درس میں ہوتے تھے تو ان کو سٹوں کے پیچھے
 بٹھاتے تھے تاکہ ان کے چہرہ پر نظر نہ پڑے۔ جب
 ام محمد بن الحسن حجام ہو گئے اور ان کے واسطے نکل پائی۔

۱۰۔ ابوالیم بصری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نماز فجر میں
 میں ام ابو حنیفہ کے ساتھ شریک تھادیش نماز نے یہ آیت
 پڑھی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اٰحِلَّهٗ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ
 ”خدا کو ظالموں کے کردار سے بے خبر نہ سمجھنا“

ام ابو حنیفہ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ تمام بدن
 کانپنے لگا۔

۱۱۔ زائدہ کہتے ہیں کہ ایک ضروری مسئلہ مجھ کو دریافت
 کرنا تھا حضرت ام ابو حنیفہ کے ساتھ نماز عشا میں شریک
 ہوا۔ اور منتظر رہا کہ داخل سے فارغ ہوں تو دریافت
 کروں وہ قرآن پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے وَقَآئِ
 عَذَابِ السَّوْمِ۔ بار بار اس آیت کو پڑھتے تھے
 یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور وہ یہی آیت پڑھتے رہے۔

۱۲۔ ایک بار نماز میں آپ نے یہ آیت پڑھی۔
 جَلَّ السَّاعَتِ مَوْعِدُ هُمْ وَالسَّاعَةِ
 اَذْهٰی وَامْرُ۔

دو یعنی قیامت گناہگاروں کا وعدہ گاہ ہے اور قیامت
 سخت مصیبت کی چیز اور ناگوار چیز ہے۔

اس آیت میں رات ختم ہو گئی۔ بار بار یہ آیت پڑھتے
 تھے اور روتے تھے۔

۱۳۔ حضرت مسعر بن کدام کا بیان ہے کہ آپ کا ایک
 قمیض اور ردا اور سمر اویل اور عمامہ ڈیڑھ ہزار روپیہ
 کا تھا۔ جب آپ عشا کی نماز پڑھ چکے اور لوگ سوجاتے
 تو آپ عبادت کے لئے اُٹھتے اور دن کا معمولی لباس پہنا
 کر اس قیمتی لباس کو مٹھ کر کے پہن لیتے اور تمام رات
 خدا نے پاک کی عبادت میں گزار دیتے۔

لوگوں نے ایک دن عرض کی کہ ”دیا امام آپ بادشاہ“

نے ہزار رکعت نماز پڑھنے کی عادت ڈالی۔ پھر کسی شاگرد نے مجلس میں آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ رات کو عبادت میں رہتے ہیں اور سوتے نہیں۔ یہ سن کر آپ نے شب بیداری کی عادت کر لی تاکہ ان لوگوں میں حشر نہ ہو جن کی نسبت قرآن مجید میں آیا ہے۔

وَيُحْيِي بَنَاتٍ اَتَى تَحْتَهُنَّ فَاِمَا يَفْعَلُوْنَ
”بعض لوگ ایسے ہیں جو اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ ان طرف ایسے بھلے کام منسوب کئے جائیں جو وہ نہیں کرتے۔“
(المناقب لموفق)

۱۹۔ حضرت امام مہر علی کا یہ حال سن کر ایک حاسد کو اعتبار نہ آیا۔ رات کو چپکے سے مسجد میں جا بیٹھا کہ دیکھوں امام ابوحنیفہ کب تک عبادت کرتے ہیں اور کیا کیفیت اٹھاتے ہیں۔ دیکھا تو آپ نے عشا کی نماز کے بعد فورا نفل پڑھنا شروع کئے اور ذوق و شوق و محبت الہی میں بے خود ہو گئے آخر وہ حاسد نیند کے غلبہ سے بدحواس ہو کر ایک طرف پڑ رہا۔ جب چونکا امام کو عبادت میں پاتا۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز فجر کے بعد آپ سے معذرت کرنے لگا کہ ”یا حضرت! مجھے آپ سے حزن و غم تھا نہ تھا اور میں آپ کو ایسا نہ جانتا تھا۔ میری بدگمانی واقعی غلط تھی۔ اللہ مجھ کو معاف کیجئے۔“ آپ نے اپنے اخلاق کریمانہ سے اس کو بخش دیا۔

۲۰۔ البراء الکوردی نے اپنے مناقب میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر صادق (علیہ الرحمۃ) نے حضرت امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمۃ) کو دیکھا اور معاً کہہ دیا ”آپ نعمان ہیں؟“ امام مہر علی نے فرمایا۔ آپ نے کس طرح پہچانا؟“ امام موسیٰ نے فرمایا۔ ”سَمِعْتُهُمْ فِي وَجْهِهِمْ مِنْ اَشْرَ الشُّعُورِ۔“ میں نے آپ

تو آپ نے اجازت دے دی کہ اب جہاں تمہارا جی چاہے بیٹھا کرو۔
(تذکرۃ الاولیاء)

۱۶۔ ایک بار ایک مجوسی نے غلطی سے آپ کو قید کر لیا ایک دن ظالموں میں سے کسی نے آپ کو کہا ”کہ ہم کو ظلم بنا دو“ آپ نے فرمایا ”میں نہیں بنا دوں گا“ اس نے کہا تمہارا کیا حرج ہے؟“ آپ نے فرمایا ”میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اُس قوم سے نہ ہو جاؤں جن کی نسبت خدا نے پاک نے فرمایا ہے۔“

اَحْشَرُ فَاَلَا لِدَيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَہُمْ۔
”وہ حشر میں ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو ایک ساتھ اٹھاؤ۔“

۱۷۔ منقول ہے کہ عبادت الہی کا حضرت مہر علی از حد شوق تھا آپ کو عبادت الہی سے سیری نہ ہوتی تھی ذکر خدا یا د الہی میں آپ کو بڑا مزہ ملتا تھا اور بڑے ذوق و شوق سے عبادت کو ادا کرتے تھے۔ نہایت متراض و زاہد تھے اس باب میں آپ کی شہرت ضرب المثل ہو گئی تھی۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ کی پرہیزگاری اور عبادت کے واقعات تواضع کی حد تک پہنچ گئے ہیں ۱۸۔ ابتدا میں آپ رات کو تین سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں چند عورتیں باتیں کر رہی تھیں ایک نے دوسری سے کہا کہ دیکھ لے۔ یہ شخص میں جو رات کو پانسو رکعت نماز پڑھا کرتے ہیں۔“

آپ نے اسی دن سے پانسو رکعت کا معمول باندھ لیا کچھ دلال بعد کا ذکر ہے کہ آپ کو دیکھ کر کسی لڑکے نے اپنے بھولیوں سے کہا۔ ”یہ حضرت ابوحنیفہ ہیں جو دامت کو ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے ہیں۔ اس پر آپ

ابن الجوزیہ سے روایت ہے کہ حماد - علقمہ بن مرثد - ابن ڈار - عون بن عبداللہ - زاد الصیری - سلمہ بن کہیل - عطا طاووس - سعید بن جبیر کی مصاحبت مجھے حاصل ہوئی ہے میں نے (حضرت) ام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو شب بیدار نہیں دیکھا۔

۲۵۔ ام حلیٰ نے حسن بن محمد البیہقی سے بیان کیا ہے کہ میں کوئہ میں گیا اور دہل جاکر پوچھا۔ ”کہ سب سے زیادہ عبادت کرنے والا یہاں کون ہے؟“ لوگوں نے مجھ سے کہا۔ ”حضرت ام ابو حنیفہ ہیں“ پھر میں نے دریافت کیا کہ دو یہاں سب سے زیادہ فقیہ کون ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا۔ کہ ”ام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی بھی فقیہ نہیں۔“

۲۶۔ ام میمری نے ام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ام ابو حنیفہ ہر دن اور رات میں ایک ایک نغمہ قرآن اور رمضان شریف کے دنوں میں مع حید کے دن کے دو یا چھ نغمہ کیا کرتے تھے اور آپ مال کے سخی تھے اور علم کے صابر اور غضب سے دور اور بڑی برداشت والے تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے عشا کے دھو سے فجر کی نماز بیس سال تک پڑھی ہے۔ لیکن آپ کے صحابہ فرماتے ہیں کہ آپ نے چالیس سال ایسا کیا ہے۔ اور حضرت داؤد طائی جو آپ کے شاگرد تھے انہوں نے بھی ایسا ہی کہا ہے کیونکہ انہوں نے فقر پر ہی صبر کیا تھا۔

۲۷۔ سلیمان بن منصور نے محمد بن الحسن (جو آپ کے نامور اور ممتاز شاگرد ہیں) سے روایت کی ہے کہ چالیس سال آپ نے ایسا کیا۔

۲۸۔ حضرت ام ابو حنیفہؒ کو حج کا بھی بڑا شوق تھا۔

کی پیشانی سے سمجھ لیا ہے کہ آپ ابو حنیفہؒ ہیں؟

۲۱۔ اخیر وقت میں سمار سے ام بالکمال کو کمال حق پرستی و حق کشی سے توت لگی حاصل ہو گئی تھی۔ رات دن عبادت، الہی میں مصروف رہتے دلی میں جو دیوبی کاروبار کرتے تھے وہ بھی خالصاً قدر۔ دینی۔ نومی۔ ملکی خدمات کے لئے کرتے تھے اس لئے وہ بھی عبادت میں شمار کئے جاسکتے ہیں کھانے کو جی چاہتا تو طلباء، مساکین اور مسافروں کے ساتھ مل کر کھاتے اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ادا فرماتے لیکن عبادت و آلہ کا از حد اہتمام کرتے تھے۔

۲۲۔ مریخ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اسد بن عمرو نے کہا کہ حضرت ام ابو حنیفہ نے چالیس سال عشا کے دھو کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی اور اکثر راتوں میں ایک رکعت میں ختم قرآن شریف کیا کرتے اور ان کے روتے کی آواز پر دو آپ رات کو غروب الہی کی آواز سے روتے تھے) ان کے ہمسایہ کو رحم آتا تھا۔ اور جس گھر میں آپ کی رحلت ہوئی اُس میں آپ نے سات ہزار بار قرآن شریف کا ختم کیا تھا اور اسماعیل بن حماد بن ابو حنیفہ (آپ کے پوتے) سے ان کے باپ (حماد) نے بیان کیا کہ جب میرے والد (ابو حنیفہ فوت ہوئے حسن بن حماد عسل دیتے ہوئے کہتے تھے۔ خدا آپ پر رحم کرے اور آپ کو بخشے آپ نے بیس سال روزہ رکھا۔ اور آپ نے چالیس سال رات کو زمین سے کروٹ نہیں لگائی (تاریخ ابن خلکان ص ۱۹۵)

۲۳۔ منقول ہے کہ آپ کے زانوئے مبارک کثرت سجدہ کے باعث مثل اونٹ کے زانو کے ہو گئے تھے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

۲۴۔ ام کہ درمی نے اپنے مناقب میں لکھا ہے کہ

ابو یوسفؒ نے حضرت امام مہدوح کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا حضرت! زید یہود سخت بیمار ہے اگر ایمان لا کر مرے تو کیا اچھا ہو؟ آپ نے فرمایا یا بہت اچھا۔ آپ نے اپنے چند خادموں کو زید یہود کے پاس بھیجا۔ انہوں نے جا کر زید کو اسلام لانے کی ترغیب دی اور کہا۔ وہ اسے زید اگر تو ایمان اور اسلام لا کر مرے گا تو تیری تمام خیرات مقبول و منقطع ہوگی۔ اگر کفر پر تیرا انتقال ہوگا تو تمام خالص و برباد ہو جائے گی اور تیری سخاوت بھٹے کوئی نفع نہ دے گی۔“

زید نے سن کر کچھ جواب نہ دیا بلکہ خاموش ہو رہا جب بہت اصرار کیا گیا۔ تو زید نے کہا۔ ”مجھ کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ اگر سچ پوچھتے ہو تو یہ ہے کہ اگر مسلمان ہو جائے جو حضرت امام ابو حنیفہؒ رکھتے ہیں تو میرے مقدر کہاں کہ مجھے حاصل ہو سکے اور اگر یہی ہے جو تم رکھتے ہو تو اس اسلام کو میرا سلام ہے مجھے اس سے خود تنگ ہے؟“

حاضرین پر ان کلمات سے بے حد اثر ہوا۔ وہ روتے ہوئے مالوسی کی حالت میں حضرت امام کی خدمت میں آئے اور تمام کیفیت بیان کی۔ آپ نے فرمایا: ”از و بولے آشنائی می آید“ (اُس سے محبت کی بول آتی ہے) آپ خود اس کے پاس تشریف لائے۔ جب زید نے آپ کا رُوس مبارک دیکھا۔ آپ کی روحانیت اس میں سرایت کر گئی۔ زید نے بے خود ہو کر کہہ دیا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

اس اسلامی رکن (حج) کو بھی جس خوبی سے آپ نے ادا فرمایا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ آپ ہمیشہ بہت سے لوگوں کو اپنے خیر سے حج کے لئے ہمراہ لے جاتے تھے راستہ میں کسی شخص کو کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو آپ اپنے پاس سے ہتیا کر دیتے تھے۔

لکھا ہے کہ آپ نے یحییٰ بن جح کئے ہیں۔ یحییٰ بن آدم کا بیان ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے یحییٰ بن جح کئے ہیں اس کا رِ سعادت میں بھی ہمارے امام ہمام علیہ الرحمۃ کو بالخصوص امتیاز حاصل ہے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

ایں سعادت بزرور باز نہ نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اخلاق و عادات

۱۔ جس طرح امام ابو حنیفہؒ علیہ الرحمۃ کا علمی اور عملی پایہ بہت بزرگ تھا اسی طرح آپ کے اخلاق و عادات اور اوصافِ حسنہ بھی تمام عالم کو گردیدہ کئے ہوئے تھے آپ کے عابد۔ ناہد۔ متبعی و پرہیزگار ہونے کو سالار زمانہ مانتا تھا آپ کے متقین تک یہ امر مندود نہ تھا بلکہ آپ کے اخلاق اور اوصافِ حمیدہ کے غیر مذاہب کے اشیاء میں بھی شائواں تھے۔

زید یہود کا ایک عجیب واقعہ

۲۔ بغداد و شریف میں ایک یہودی جس کا نام زید تھا سخاوت میں بہت مشہور تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ کسی سائل کو محروم نہ کرتا۔ اتفاق سے وہ بیمار ہو گیا۔ تاحلی

کی جیسے قیام آپ کا مکان، مونا تھا۔

اوصافِ حمیدہ

تمام زمانہ آپ کی کریم النفسی، اتقا، زہد، ایمانداری، خوش خلقی کی تعریف کرتا تھا آپ منکسر المزاج، محفل، دیندار، صالح، پرہیزگار، خطاط پوش اور پاک نفس تھے آپ لزجوانی میں جیسے خلیق، جہذب اور شائستہ تھے ویسے ہی بڑھاپے میں بے نیاز تھے شاہانِ زمانہ اور امراء کی صحبت سے آپ زیادہ خوش نہ ہوتے تھے عموماً آپ تلاش کر کے بزرگانِ دین کی خدمت میں جاتے تھے اور یہی آپ کی اصلی خوشی اور حقیقی شادمانی کا باعث ہوتی۔ آپ دو ہمتی کے ساتھ بے مثل فیاض بھی تھے بلکہ تجارت اور حصولِ منشاء کا منشاء بھی یہی تھا کہ امراء سے بے نیاز ہو کر علم و فضل اور طلباء کی مدد کریں چنانچہ شیوخ اور محدثین کے روضے مقرر کر رکھے تھے جو سالانہ حساب کے بعد منافع میں سے بیچ دیئے جاتے شاگردوں میں سے جسے مفلس اور حاجت مند پاتے اس کی دستگیری فرماتے۔

رغم و مروت

آپ خلقِ مجسم تھے صلح کا مادہ آپ میں بدرجہ غایت تھا آپ کا رحم اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ آپ کسی کے قتل پر دستخط کرنا دیتے تھے خود حضرت امام فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی پر ہنت نہیں کی کسی سے انتقام نہیں لیا کسی مسلمان یا ذمی کو نہیں ستایا کسی سے قریب اور بد عہدی نہیں کی۔ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی کو مصیبت میں دیکھتے تو اس کی مدد کرتے روپیہ سے بھی اور دلت سے بھی۔ طالب علم کے تو آپ دل و جان سے عاشق تھے جو کچھ آپ کے باپ دادا نے تجارت سے حاصل کیا اور جو کچھ آپ نے کمایا۔ سب طلباء پر صدقہ کر دیا جب کسی طالب علم کو کہیں پناہ نہ ملتی اس

آپ نے خلق کے غیر ذہب بھی ثنا خواں ہیں۔ چنانچہ جازع ہملی نے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ کی خوش خلقی اور ان کی فصیح و بلیغ تقریر نے لاکھوں کو اپنا بنالیا۔ اس کہنے کی میں دلیری کر سکتا ہوں کہ نبی عربی کے شریف خلق کا بہت بڑا حصہ ابو حنیفہ کو ملا تھا وہ اپنے کشتہ وادوں پر جاں نثار کرتا تھا۔ اُسے خصوصاً تمام مسلمانوں سے دلی الفت تھی وہ ایک پیاری مخلوق جس نے محبت اور مہمندی سے اپنے کو اعلیٰ نمونہ ثابت کر دیا حد سے زیادہ عزت کے قابل ہے وہ وہ مصفتیں جنہیں انبیاء نے اپنا خاص حصہ بنایا تھا اگر پوری قوت سے ہمیں تو کسی قدر کمی میں ہی ابو حنیفہ میں موجود تھیں

والدہ ماجدہ کی خدمت گزاری

آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ آپ کی اوائل عمر میں اس دنیا سے انتقال کر گئے مگر والدہ ماجدہ مدت تک زندہ رہیں۔ آپ ان کی بہت خدمت کرتے ان کی ہر ایک بات کی پوری پوری تعمیل کرتے کسی طرح کا ظال ان کے دل میں نہ آنے دیتے باوجودیکہ سارا زمانہ آپ سے تنہا لیتا۔ مگر آپ کی والدہ ماجدہ کو دو ایک داسطوں سے حزن اتفاق تھا۔ اس لئے جب انہیں کسی مسئلہ کے پرچنے کی ضرورت ہوتی تو فرماتیں: "جاؤ! آپ سے پوچھ آؤ۔" چنانچہ آپ اس کی تعمیل

ایک دفعہ جامع مسجد میں درس دے رہے تھے۔ کہ اتفاقاً چھت سے ایک بڑا سانپ گرا اور میدان آپ کی گود میں آیا۔ لوگ گھبرا کر بھاگ گئے مگر آپ اسی طرح اطمینان سے بیٹھے رہے۔ پرواہ تک نہ کی کہ سانپ ہے یا کیا ہے؟

ریق القسبی

آپ کی طبیعت میں استقلال تھا تو ساتھ ہی ریق القسبی بھی تھی آپ لوگوں کے رنج و تکلیف پر بے تاب ہو جاتے تھے چنانچہ ایک روز آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کسی نے آکر کہا: ”فلان شخص کو ٹھے سے گر پڑا“ دفعۃً اس دور سے چیخ اٹھے کہ مسجد میں تہلکہ پڑ گیا۔ حلقہ درس چھوڑ کر بہمنہ پا دوڑے اور اس شخص کے گھر پر جا کر بہت کچھ غوغا مچا دی اور ہمدردی کی جب تک وہ اچھا نہ ہوا روزانہ صبح کو جاتے اور اس کی تیمارداری کرتے۔

تواضع و انکساری

لکھا ہے کہ حضرت ابوحنیفہ اعلیٰ درجہ کے زاہد و عابد تھے اور حاضر جوابی اور ذہانت میں بے مثل تھے ساتھ ہی تواضع و انکساری میں بھی بے نظیر تھے مال و دولت کی کثرت علم و فضیلت کی نشان دہی و عظمت کے باوجود آپ بڑے خلیق۔ متواضع اور علیم تھے عزیز صفا و صاف حمیدہ کا آپ مجروحہ تھے انکساری بھی آپ کی طبیعت میں از حد تھی جوانی اور بڑھاپے دونوں میں یکساں حالت رہی صورت میں آپ امیر تھے اور سیرت میں فقیر۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کے شاگرد قاضی ابویوسف سے آپ کے اوصاف دریافت کئے تو قاضی صاحب نے فرمایا: ”بہال تک میں جانتا ہوں آپ

کرتے۔ وہ وہ لحاظ آپ کو بند کیا بتاتے آپ ہی سے بچھ کر جواب دہرا دیتے اور آپ اپنی والدہ کمرہ کی خدمت میں عرض کر دیتے

کلام

آپ جب بات کرتے تھے تو نہایت مختصر الفاظ میں اپنے مطلب کو ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے صاف صاف و مرتبہ الفاظ اور چھوٹے چھوٹے ٹیسرین فقرے آپ کی باتوں کو اور بھی مزید بلند دیتے تھے بات کرتے وقت مخاطب کی توجہ کا زیادہ خیال رہتا تھا کہ آیا یہ میری باتوں سے برداشتہ خاطر تو نہیں ہوتا۔ عموماً خاموشی زیادہ پسند فرماتے تھے بلا ضرورت نہیں بولتے تھے غیر ضروری باتوں میں دخل نہ دیتے اور گفتگو سے پہلے تہمید اٹھانے کو سخت ناپسند کرتے تھے سنے اور سچ یہ کوشش کرتے تھے کہ میرے کسی لفظ سے مخاطب کا دل نہ دکھے۔ گفتگو میں نرمی۔ شیرینی۔ صفائی۔ اختصار۔ سلسلہ زیادہ بد نظر ہوتا تھا آپ غیبت سے پرہیز کرتے قسم کھانے سے بچتے تھے۔

ہمدردی

آپ لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرتے۔ پڑوسیوں کے حقوق ملحوظ رکھتے اپنے اوپر کوئی مصیبت آجاتی تو ذرا نہ گھبراتے دوسرے کو مصیبت میں دیکھتے تو اس کی ہمدردی میں لگ جاتے۔

استقلال

حضرت امام کو جب کسی مشکل کا سامنا ہوتا تو اس استقلال سے برداشت کرتے کہ لوگوں کو تعجب نہ ہوتا۔ عامل اور اہل دربار کے ہاتھوں اکثر آپ کو تکلیفیں پہنچیں مگر آپ کے پاس ثبات کو نفرت نہ ہوئی نہایت مضبوط دل رکھتے تھے اور ضبط و استقلال گویا مایہ خمیر تھا۔

میں مشکلات پیش آئیں اور آپ کو پھر نترے دینے کی عام اجازت دے دی کیونکہ گورنر کو معلوم تھا کہ بغیر آپ کے یہ کام کسی دوسرے سے نہیں چل سکتا۔

تحلل و مردوباری

تحلل ایک عظیم الشان صفت ہے جو بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے یہ صفت حضرت اہم مروج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی آپ کا تحلل و حل کی مثالوں سے بخوبی واضح ہوتا ہے جو طالب ہدایت کے لئے ایک بہترین نمونہ اور سبق ہیں۔

۱۔ ایک روز ایک نالائق نے آپ کو طمانچہ مارا۔ آپ نے فرمایا۔ میں بھی تجھے طمانچہ مار سکتا ہوں مگر نہ ماروں گا اور اس پر تادم ہوں کہ خلیفہ وقت سے تیری نالائقی کر دوں اور بد کہوں۔ لیکن نہ لول گا اور اگر فردائے قیامت کو مجھے چھٹکارا ملے اور حق تعالیٰ میری شفاعت قبول کرے۔ تو تیرے بغیر جنت میں قدم نہ رکھوں گا؟

سبحان اللہ! خدا کے پاک بندوں کا یہی حال ہوتا ہے اور ہونا چاہئے۔ کیونکہ

بدی را بدی سہیل باشد جزا

اگر موی آختر االی من آسا

۲۔ حضرت اہم اعظم الشان میں یہ قابل تعریف بات اور بھی تھی کہ سخت اور درشت بات کا جواب خندہ پیشانی سے دیتے تھے ایک دن آپ سے ایک بڑھیا نے مشکلوچھا۔ آپ نے حدیث کے مطابق اس کا جواب دے دیا۔ اس بڑھیا نے کہا۔ ابھی میں زید بن ثابت سے دریافت کر کے آئی ہوں۔ اس نے کچھ اور بتایا۔ آپ نے نرمی سے جواب دیا۔ شاید میری نسبت اچھی کو زیادہ ہوگی۔ اس نے جھنجھلا

کے اخلاق و عادات یہ تھے۔ ۱۔ انتہا درجہ کے پرہیزگار تھے لڑاہی سے بچتے اکثر چپ رہتے۔ کوئی شخص مسئلہ پوچھتا اور ان کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے۔ نہیں تو چپ رہتے نہایت سخی اور فیاض تھے کسی کے آگے حاجت نہ لے جاتے دنیا داروں سے محترم رہتے دنیاوی جا و جلال کو حقیر سمجھتے غیبت سے بہت بچتے جس کا ذکر کرتے بھلائی کے ساتھ کرتے۔ بہت ہی بڑے عالم تھے اور مال کی طرح علم کے صرف کرنے میں بھی مباحض تھے متواضع اور حلیم تھے۔

قاضی صاحب کی یہ گفتگو سن کر ہارون الرشید نے کہا۔ کہ نیکوں کے یہی اخلاق ہوتے ہیں۔

دیانتداری

آپ کی دیانتداری کا یہ حال تھا کہ کوفہ کے گورنر نے ایک دفعہ آپ کو نترے دینے سے منع کر دیا اہم صاحب اگرچہ حق کے خلاف کسی حاکم یا امیر کے حکم کی پرواہ نہ کرتے تھے تاہم چونکہ نترے دینا فرض کفایہ تھا اور کوفہ میں اور بہت سے علماء موجود تھے اس لئے حاکم وقت کی اطاعت کو مقدم رکھا۔

ایک دن گھر میں بیٹھے تھے کہ آپ کی صاحبزادی نے ایک مسئلہ پوچھا کہ ”میں آج روزہ سے ہوں۔ دانتوں سے خون نکلا اور مٹوک کے ساتھ گلے سے اتر گیا۔ روزہ جاتا رہا یا باقی ہے؟“

آپ نے فرمایا۔ ۱۔ جان پرہیز! اپنے بھائی حماد سے پوچھو۔ میں نترے دینے سے منع کر دیا گیا ہوں۔

مدرخ ابن حنکھان نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ مطاعت کی اس سے بڑھ کر کیا مثال ہو سکتی ہے؟

پندرہ روز کے بعد گورنر کو کوفہ کو اتفاق سے یہی مسائل

کہہا۔ اپنی غلطی کا اعتراف ہمیں کرتا۔ اس تبلیغ نربانی پر بھی آپ نے اُسی خند و پیشانی سے جواب دیا۔ بخدا اگر میں غلطی پر ہوتا تو ضرور اعتراف کر لیتا۔ پھر اُس بڑھیا نے یہی کہا کہ مجھے تو غلطی پر مظلوم ہوتا ہے۔ اب بھی آپ کو ناگوار نہ گوارا دے یہ جواب باصواب عنایت فرمایا۔ کہ آؤ میں اور تم دو لوگوں مل کر دعا کریں کہ یا اللہ اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے معاف کیجئے اور اس حدیث کی حقیقت سے مجھے واقف کیجئے۔

یہ سن کر بڑھیا رونے لگی اور اس نے کہا۔ ”نیرے پر باری اور تھل کی نسبت میں نے جو کچھ سنا تھا اُس سے دو چند پایا خدا تجھے دین اسلام کے برگزیدہ فضائل سے مالا مل کر دے

(۳) ایک شخص نے جس کو آپ سے بعض تھا عام مجلس میں آپ کی نسبت بہت سی ناداجب باتیں کہیں آپ نے اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کی اور اپنے شاگردوں کو بھی کہہ دیا۔ کہ ادھر متوجہ نہ ہوں اس کے جی میں جو کچھ آیا بکتا رہا۔ آپ مجلس سے اٹھ کر گھر چلے تو وہ ساتھ ہو گیا اور اپنی شرافت کے تقاضے سے جو کچھ چاہا کہتا گیا آپ اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچے۔ تو اُس سے کہا۔ ”بھائی یہ میرا گھر ہے اگر کچھ باقی رہ گیا ہو تو کہہ دے میں اندر چلا جاؤں گا تو یہ موقع ملاحظہ نہیں آنے گا

(۴) ایک دن آپ درس دے رہے تھے کہ ایک نوجوان نے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا تو اُس نے کہا۔ ”الوصیفہ تم نے غلطی کی؟“ یہ سن کر آپ کے آپ کے ایک نو دار دشاگر کو بڑا غصہ آیا اور اس نے اوروں کو غیظ کر کے کہا۔ تم بڑے بے غیرت ہو اہم صاحب کی شان میں یہ اندھا گستاخی کر رہا ہے اور تمہیں ذرا بھی جوش نہیں آتا۔ آپ نے اس شاگرد سے فرمایا۔ ”ان لوگوں کا کوئی قصور نہیں میں یہاں اس لئے بیٹھا ہوں کہ لوگ میری غلطیاں آرا دہی سے بیان کریں اور میں ان کوسنوں۔“

۵۔ ایک روز آپ مسجد حنیف میں تشریف فرما تھے۔ شاگرد دل اور ارا دہ عقیدہ دل کا حلقہ تھا۔ ایک اجنبی آدمی نے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے مناسب جواب دیا۔ اس نے کہا مگر حسن بصریؒ نے اس کے خلاف بتایا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ”حسن نے غلطی کی۔“

حاضرین میں سے ایک شخص کو طیش آگیا وہ حسن بصریؒ کا معتقد تھا۔ غصے میں صبح جھلا کر حسن کو خامی کہتا ہے۔ ”اس گستاخی اور سبوتاہی نے تمام مجلس کو برہم کر دیا۔“

مگر آپ نے لوگوں کو روک دیا۔ لوگ آپ مجبور ہو گئے دیر تک مجلس میں سناٹا رہا تو آپ پھر اس شخص سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ ”حسن نے غلطی کی۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اس باب میں جو روایت کی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔“

آپ نے دیکھا حضرت ام ممدوحؓ کے اخلاق کس قدر وسیع تھے اور بردباری اور تحمل کی کیا حالت تھی۔

۶۔ ایک دفعہ کسی شخص نے لوگوں کے سامنے آپ سے گستاخانہ گفتگو شروع کی مگر آپ تحمل و بردباری سے جواب دیتے رہے اس پر وہ اور بھی شوقی ہو کر رہا۔

آپ نے فرمایا۔ ”خدا غم پر رحم کرے۔“

۷۔ ایک بار آپ نے کہا ہے کہ جو لفظ تم نے میری نسبت کہا ہے وہ درست نہیں۔

۸۔ ابو صفیان ثوری علیہ الرحمۃ جو ۹۹ھ میں پیدا ہو کر ۱۴۱ھ میں فوت ہوئے بڑے قیہمہ مجتہد۔ محدث زاہد۔ عابد اور متبع تابعی تھے اور حضرت ام ممدوحؓ کے ہم عصر تھے مگر آپس میں کچھ شکر رنجی تھی ایک شخص نے آپ سے آکر کہا کہ سفیان آپ کو برا کہہ رہے تھے۔ آپ نے

اتفاق سے ایک دفعہ ایسا ہو گیا۔ آپ نے ایک دفعہ قسم کھائی اس کے بعد عہد کیا کہ بجائے دہم کے دینار و تنکا

فرمایا: خدا میری اور سفیان دونوں کی معفرت کرتے

یوں تو ہزاروں مثالیں ہیں جن سے آپ کا تحمل اور دل کی بردباری ثابت ہوتی ہے۔ لیکن یہاں جو غیبت طوالت انہی چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے جسے یہ مطالعہ کی ضرورت ہو وہ خواجہ نضر اللہ مدنی کی کتاب تہذیب التہذیب کا مطالعہ کرے۔

فیاضی

حضرت ام دالہ شان کی فیاضی کا اندازہ اہل انصاف واقعات ذیل سے کر سکتے ہیں:-

۱۔ ایک دن آپ کے ایک دوست نے دریافت کیا کہ یا حضرت! آپ کا ذاتی خرچ اتنا نہیں ہے جتنے آپ دوسروں کو دیتے ہیں آپ ناحق اپنی جان ہلاکت میں ڈالتے ہیں اور ہزاروں روپے پیدا کر کے دوسروں کو دے دیتے ہیں۔ اس سے آپ کو کیا فائدہ؟

آپ نے سن کر جواب میں ارشاد فرمایا: کہ ہمیں ہمارے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سکھا یا ہے کہ ہم اپنی زندگی قوم کی مہم دہی میں قربان کر دیں اور جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں کی پرورش کریں؟

آپ کا یہ جواب کیسا معنی خیز ہے اور کیسی عالی شان ہمدرد طبیعت کا نقشہ کھینچتا ہے آپ جب تک مسکین کو اپنے ساتھ کھانا نہ بھاتے تھے خود کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے۔

۲۔ حمید بن جوزمؒ کا اندازہ لگاتے ہیں کہ حضرت ام ابو حنیفہ نے ایک لاکھ درہم صرف غریبوں اور مساکین کو خیرات کر دیئے۔

۳۔ ایک دفعہ آپ کسی مسلمان کی عیادت کو جا رہے تھے

غیبت سے پرہیز

حضرت ام ممدوح کو غیبت سے سخت نفرت تھی آپ اس نعمت کا شکر ادا کرتے کہ خدا نے میری زبان کو اس آوارگی سے پاک رکھا ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کی خدمت میں کہا: "حضرت! لوگ آپ کی شان میں کیا کچھ نہیں کہتے۔ مگر آپ سے میں نے کبھی کسی کی برائی نہیں سنی؟" آپ نے جواب دیا:-

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ۔

بھائی یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کر دے۔

ام سفیان رحمہ علیہ الرحمة سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ام ابو حنیفہ کو میں نے کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا؟ انہوں نے جواب دیا: "ابو حنیفہ ایسے نادان نہیں کہ اپنے اعمال صالحہ کو آپ پر باد کریں۔"

قسم کھانے سے نفرت

قسم کھانے سے بھی حضرت ام ممدوح پرہیز کرتے تھے آپ نے عہد کیا تھا کہ اگر کبھی اتفاق سے بھی اس کا ارتکاب ہو جائے گا تو ایک درہم کفارہ دیا جائے گا چنانچہ

اس کے واسطے چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ تاکہ قرض سے اس بے چارہ کی رہائی ہو جائے ہر ایک شخص نے حسبِ حیثیت چندہ دیا۔ لیکن وہ رقم پوری نہیں ہو سکی وہ لوگ آپ کی خدمتِ قدس میں بھی حاضر ہوئے اور چندہ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کل قرضہ کی مقدار کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ چار ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا: اتنی سی رقم کے لئے لوگوں کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی۔ لو ساری رقم ہم سے لے جاؤ۔ آپ نے وہ سب رقم ادا کر کے اس کو قرض سے غلطی دکوائی۔

۷۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ زنج کو چند لوگوں کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں کسی منزل پر آپ کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو بدو پکڑ کر آپ کی خدمت میں لا کر کہنے لگا کہ مجھے اس سے کچھ لینا ہے۔ یہ دیتا نہیں؟ آپ نے اس سے پوچھا۔ اس نے صاف انکار کیا۔ بدوی کی طرف مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا: مدتم کو کیا لینا ہے؟ بدو نے کہا: صرف چالیس درہم۔ آپ نے فرمایا: انصوں زمانہ سے محبت اٹھ گئی اتنے سے معاملہ پر قہقہہ کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے پاس سے چالیس درہم اس بدوی کو دے کر رخصت کر دیا۔

۸۔ تھامس البریوسٹ طالبِ علمی کے زمانہ میں بہت مفلس تھے کاندھ کی بجائے بڑیوں پر فرقہ کے مسائل لکھ لیا کرتے تھے ایک دن گھر میں آئے بھوک نے بہت تنگ کر رکھا تھا دلی مایگی تو ان کی بیوی نے جو خود قاتل سے تھیں، وہی ہڈیاں سامنے لا کر رکھ دیں اور قصہ کے مارے کچھ طعن و تشنیع کی باتیں بھی کہیں۔ انہوں نے تحصیلِ علم چھوڑ کر تلاشِ معاش شروع کی۔ آپ نے جب کئی دن ان کو حلقہ درس میں نہ دیکھا۔ تو حال دریافت کیا۔ لوگوں نے ساری کیفیت بیان کی۔ آپ نے

راستے میں ایک شخص بلا جواب کا مقروض تھا اور آپ کو دور ہی سے دیکھ کر راستہ کٹر کر دوسری طرف چلا گیا آپ نے اسے دیکھ لیا اور آواز دے کر بلایا۔ وہ کہاں جاتے ہو؟ وہ آپ کی آواز سن کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کے پاس جا کر پوچھا: تم نے راستہ کیوں کاٹا؟ اس نے عرض کی: ”حضرت آپ کے دس ہزار درہم دینے میں جواب تک ادا نہیں ہو سکے۔ مابقی شرم کے آپ کے سامنے نہیں آسکتا۔“ آپ نے فرمایا: ”اچھا جاؤ میں نے معاف کر دیا۔“

۹۔ آپ نے ایک دفعہ کسی گماشتہ کے پاس غزوہ ریشم کے چند تھان بھیجے اور ساتھ ہی کہا: بھیجا کہ غلامِ غلام میں یہ عیب ہے خریدار کو بتا دینا۔ اتفاق سے گماشتہ کو خیال نہ رہا اور اس نے نقص بتاتے بغیر تھان بیچ ڈالے جب حضرت اہم کو اس بات کی اطلاع ملی تو نہایت انصوں کیا اور جب اس مال کا اٹلاہ لگایا تو بیس ہزار درہم کا مال تھا آپ نے وہ ساری کی ساری رقم خیرات میں دے دی۔ سبحان اللہ کس قدر کسبِ حلال کا خیال ان پاک حضرات کو تھا۔

۱۰۔ ایک باپ چند آدمی آپ سے ملنے کے لئے آئے جن میں سے ایک کی ظاہری صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت شکستہ حال ہے یہ لوگ ملاقات کے بعد جب شخصت ہونے لگے تو آپ نے اس شخص کو ٹھہرا لیا اور اپنی جانماز کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جو کچھ وہاں ہے اٹھاؤ۔ اس نے دیکھا تو ہزار درہم کی تھیلی پڑی تھی اس نے اٹھائی نہیں اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت میں دولت مند ہوں؟ آپ نے فرمایا: تو اس کا اظہار بھی ہوتا پانچ ایسی صورت بتانی کیا ضرور ہے کہ اور دل کو مفلسی کا شبہ ہو۔

۱۱۔ ایک شخص کو لوگوں کے چار ہزار درہم دینے تھے اور اس سے ادا نہیں ہو سکتے تھے اس بے چارے نے لوگوں سے غنا جلنا ترک کر دیا اس کے دوستوں نے مشورہ کر کے

ان کو بلا کر معقول وظیفہ مقرر کر دیا اور فرمایا: اب اطمینان سے تحصیل علم میں لگے رہو تم نے غلطی کی جواب تک اپنا حال مجھ سے پوشیدہ رکھا۔

ان واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہمارے اہم ہمام علیہ الرحمۃ دنیا میں کیسے بے مثل تھے اور اسلامی ہمدردی و علم دوستی آپ میں کس درجہ پر تھی۔ خدائے تعالیٰ ہم کو بھی نصیب فرمائے۔ آمین۔

حق ہمسائیگی

لکھا ہے کہ آپ کے محلہ میں ایک موچی رہتا تھا اور وہ کچھ اچھے چال چلن کا آدمی نہ تھا اس کی روزمرہ کی یہ عادت تھی کہ دن بھر تو مزدوری کرتا۔ جو نہی شام ہوتی اپنے بد معاش دوستوں کو اپنے مکان پر اکٹھا کرتا۔ کہاں بتا کر اپنے یاروں کو کھلاتا۔ شراب کی دعوت دیتا اور بے ہودہ خرافات بکا کرتا جب نشہ میں سرشار ہوتا تو یہ عربی شعر پڑھتا ہے

أَصْأَعُوْنِي وَأَحْتَفِي أَصْأَعُوْا
لِيَقُوْمَ كَرِيْهَةً وَ سِدَادٍ تَغْضَبُ

اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے مجھ کو کھو دیا۔ اور کیسے جو ان کو کھو دیا جو لڑائی اور رخصت بندی کے دن کام آتا۔ حضرت اہم دالامقام کو ان کی یہ بدستی بھی معلوم نہ ہوتی مگر اپنے خلق اور حق ہمسائیگی کے لحاظ سے اسے کچھ نہ کہتے اتفاق سے ایک روز کو تو اہل شہر گشت کرتا ہوا اُدھر سے گذرا اور اسے گرفتار کر کے لے گیا آپ نے صبح کے وقت دریافت کیا کہ وہ ہمارے ہمسایہ کہاں گئے؟ رات کو ان کی آواز نہیں آئی؟ محلہ والوں نے رات کا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ کی ہمدردی نے آپ کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ہمسایہ کی مدد کریں مگر آپ نے دباری لباس پہنا اور کونہ کے گورنر کے پاس گئے۔ خلیفہ

منصور کے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کا عہد تھا۔ اس نے آپ کی بڑی تعظیم کی اور اہل صبار کو استقبال کے لئے بھیجا۔ جب آپ کی سواری قریب آئی تو خود تعظیم کے لئے اٹھا۔ اپنے پاس بیٹھا لیا۔ اور کہا آپ نے کیوں تکلیف فرمائی مجھے ہی بلا لیا ہوتا۔ آپ نے فرمایا وہ میرے محلہ میں ایک موچی رہتا تھا اُسے کو تو اہل نے گرفتار کر لیا ہے آپ اُسے رہا کر دیں۔ اس نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ جب آپ وہاں سے تشریف لائے۔ تو موچی بھی مہر کا بٹھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا: دو کیوں ہم نے تجھے کھویا؟ اس نے مودبانہ عرض کی: ”میں ابکے ہمسائیگی کا پورا پورا حق ادا فرمایا۔“ خدا کی حیرانی سے وہ آپ کی توجہ سے ایسا متاثر ہوا کہ اس نے اپنی اُن بد عادات سے توبہ کر لی اور آپ کے حلقہ درس میں شامل ہو گیا۔ ہوتے ہوئے وہ نقیبہ کے لقب سے متاثر ہوا۔

تجارت میں خوف خدا اور دیانتداری

تجارت کے معاملات میں خوف خدا اور دیانتداری کا یہ حال تھا کہ ابھی آپ کی پندرہ سولہ برس کی عمر ہوئی کہ ایک دلال مصری آپ کے پاس آیا اور کہا: ”صاحبزادے ہمیں روپیہ پیدا کرنے کی تدبیر بتاتے ہیں بشرطیکہ تم اس پر عمل کرو۔“ آپ نے دریافت فرمایا: کہ وہ تدبیر کیا ہے؟ اس نے کہا کہ کل ایک دو لقمہ بیکم کو تمہارے پاس لاؤں گا وہ کئی سو روپیہ کم کپڑا لے گی۔ تم معمول سے زیادہ قیمت بتانا تاکہ میرے بتائے ہوئے نرخ میں اسے چوں و چرا کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔“ یہ سن کر آپ کی آنکھیں لال ہو گئیں اور منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے کہا: ”سو دو سو روپیہ کم کے یہ لے میں اپنا ایمان فروخت نہیں کر سکتا۔“ اس نے کہا: کہ یہی سو دو سو نہ سمجھنا۔ میں ہمیشہ ایسے ہی گاہک لایا کروں گا۔ آپ کو ایک سال میں دیکھنے کا کتنا فائدہ

کا اثر پایا جاتا تھا۔

علی بن عاصم کا قول ہے: ”کہ اگر آدمی دنیا کی عقل ایک پتہ میں اور اہم ابو حنیفہ کی عقل دوسرے پتہ میں رکھی جاتی تو بھی اہم ابو حنیفہ کا پتہ بھاری رہتا۔“

خارجہ بن مصعب کہا کرتے تھے کہ کم و بیش ایک ہزار عالموں نے ملا ہوں جن میں عاقل صرف تین شخص دیکھے ایک ان میں امام ابو حنیفہ تھے:

اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت امام والا شان اس خصوصیت میں تمام علماء میں ممتاز ہیں کہ وہ ہمہ جہتی اعتبار کے ساتھ دیوبندی ضرورتوں کے بھی اندازہ والا تھے۔

مقام ہے۔ آپ نے اس کا جواب نہایت رد کئے پن سے یہ کہ سیرا دل نہیں چاہتا کہ دولت کی لالچ سے بھوٹ بولوں۔ اور خدا و رسول کے آگے ذلیل ہوں۔

ایک دفعہ ایک عورت آپ کی دوکان پر فروخت کرنے کے لئے ایک نر کا تھان لاتی اور کہا کہ اسے فروخت کر دیجئے آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ایک سو روپیے آپ نے فرمایا: ”یہ قیمت بہت کم ہے۔“ اس نے کہا اچھا دوسو روپے۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اس کی اصلی قیمت پانسو روپیہ سے کم نہیں ہے۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔ کیا آپ مجھ سے ہنسی کرتے ہیں؟ آپ نے اُسے پانسو روپیہ گن دیئے اور اُس کا تھان رکھ لیا۔

ذہانت اور طباعی

آپ کی ذہانت اور طباعی کی مثالیں آپ کے فتوؤں سے لی سکتی ہیں۔ اس وقت صرف ایک واقعہ سنایا جاتا ہے۔

ذہانت کا ایک عجیب و غریب واقعہ

آپ کے زمانہ میں ایک شخص نے چند دہم ایک درخت کی جڑ میں چھپا دیئے ان کو کوئی عیار اٹھالے گیا جب اس شخص نے وہاں دہم ڈپائے تو گھبرا یا۔ ہر چند تلاش کی گئی مگر اس عیار کا کوئی پتہ نہ ملا وہ ایک روز حضرت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: کل پھر آنا۔ آپ اٹھ کر ایک طبیب کے پاس گئے اور پوچھا اور پوچھا کہ اس درخت کی جڑ کبھی بیمار کی واپس؟ طبیب نے کہا: ہاں ظاہر بیماری کے واسطے سودمند ہے۔ آپ نے پوچھا: آج کل اس بیماری کا کوئی

حضرت امام والا شان میں ان غویوں کے علاوہ ایک بڑی خوبی ذہانت اور طباعی کی بھی عدائے قدیر نے آپ کو جس خاص منصب سے ممتاز فرمایا تھا جو آپ کی قوت ایجاد و قدرت طبع، وقت لفر، وسعت معلومات، غرض آپ کے تمام کمالات علمی کا آئینہ ہے۔ وہ علم فقہ ہے جس کی ترتیب اور تدوین میں آپ کو وہ مرتبہ حاصل ہے جو اسلو کو منطبق اور عقیدس کو ہندسہ میں۔ یاد گار فنون کے خاص موجدین کو اپنے اپنے فن میں ہے۔ رائے صائب، عقل فراست، ذہانت و طباعی، امام مدوح کے خاص اوصاف ہیں جس کے ماننے میں مخالفت و موافق کسی کو اٹکا نہیں۔ آپ کے ہمعصر و لو اس کا بدل و جان اعتراف تھا۔

محمد انصاری کہا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ اٹھتے بیٹھتے چلنے پھرنے میں دانشمندی

تھے آواز بلند اور شیریں مٹی آپ کے چہرہ سے شاہی جلال
چلتا تھا۔ معدت کو دیکھ کر عدا یا دم نہ تھا کیونکہ آپ اڑ سرتا
بالطریق سے ملتے تھے۔

لباس

حضرت امام ممدوح لباس الیقینی پہنتے تھے جو الوقت
ایک بڑے حلیل القدر خلیفہ ہی کو نصیب ہوتا تھا جسے آپ کے سنجاق
اور قاقم کے ہوتے تھے تیس دینار سے بھی زیادہ قیمت کی چادر
اڑتے تھے۔

المنقب لموفق میں مسعر بن کلام سے روایت ہے کہ آپ
کی قمیض اور چادر اور سر اوّل اور عامر کی قیمت ایک ہزار پانچ سو
روپیہ تھی اگرچہ دربار میں جانے سے آپ کو نفرت تھی گو یہ بھی سات
سات آٹھ آٹھ نہایت قیمتی درباری ٹوپیاں جمع رکھا کرتے۔ اور
یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کم قیمت کپڑے پہننے سے آپ کو نفرت تھی
غالباً علم کی فضیلت اور عزت لوگوں کے دلوں میں بھائی نظر تھی

سواری

حضرت امام والا شان کے پاس سواری کے لئے کئی
گھوڑے ہوتے تھے اور بہت سے قیمتی اور عمدہ ہتھیار بھی آپ
رکھتے تھے غرض وہ پرتکلف سامان جو ایک بڑے امیر کے لئے
موزوں ہو سکتا ہے اہم صاحب کو حاصل تھا۔

یہ تمام سامان آپ نے گدائی سے جمع نہیں کیا تھا آپ
کسی کے دست نگر ہونے کو گناہ سمجھتے تھے اسی سبب سے
امراء کے ہاں جانے سے بھی متنفر تھے آپ کے پاس جو
کچھ تھا اس کو آپ نے تجارت سے حاصل کیا تھا جس کی تاکید
قرآن شریف میں جا بجا آئی ہے یہ تجارت آپ کے آباء و اجداد
کا قدیمی پیشہ تھا۔ آپ کی تجارت بہت وسیع تھی لاکھوں کالینڈین

سریں تھیں پاس آیا ہے؟ اس نے بتایا کہ ایک
شخص آیا تھا اور میں نے ہی جڑ بتادی تھی۔ اہم صاحب
اس بھیار کو تلاش کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچے۔ اور
حال پوچھا۔ اس نے کہا بہت بُرا حال ہے۔ آپ نے
ارشاد فرمایا۔ اگر بھائی جاہتا ہے اور صحت کا خواستگار
ہے تو کوہِ دہم دے دے جو تم نے اس درخت کی جڑ
سے نکالے ہیں۔ ورنہ مر جاؤ گے وہ ڈر گیا اور اسی وقت
درہم حاضر کر دیئے۔ سب لوگ آپ کی ذہانت کی تعریف
کرتے گئے۔

داعی بھی یہی حال آپ کا مسائل شرعی میں بھی تھا جس
مشکل کو بڑے قضاے روزگار و مدتوں کی محنت کے بعد
بھی حل نہ کر سکتے تھے آپ باتوں باتوں میں حل فرمادیتے
تھے اور یہ خدائے پاک کا خاص فضل تھا۔

معاشرت

مکان۔ حضرت اہم والا شان کی معاشرت امیرانہ
اور پرتکلف تھی اُن کی امیرانہ پوشاک میں اور ان کے رہنے
اور نشست کا مکان پاک اور صاف چیزوں سے آراستہ
تھا آپ کا ذاتی خراج ایک امیر کبیر سے کم نہیں تھا۔ لیکن
اس خراج میں اُن طلباء کا زیادہ حصہ ہوتا تھا جو اپنا وطن چھوڑ
کر شوقِ علم میں آپ کے آستانہ ہی پر پڑے رہتے تھے
آپ کے دستِ سخاوت پر دو نول وقت کثرت سے طلباء بیٹھ
کر کھانا کھاتے تھے اور سب کے ذلیفہ مقرر تھے۔

حلیہ

ملاؤند پاک نے آپ کو حسن سیرت کے ساتھ حسن
صورت بھی دی تھی۔ میانہ قد۔ خوش رو اور موزوں اندام

و غائب کرو گے تو اس میں میری ذلت ہے مال و دولت جو تمہارے پاس ہے اس کی مجھے پروا نہیں۔ علم کی دولت جو میرے پاس ہے اُسے تم مجھ سے چھین نہیں سکتے۔“
انصاف پسند طبائع خود کو کہتی ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ میں کس درجہ کی بے نیازی تھی۔

تھا دور دور کے ملکوں میں آپ کے گشتے تھے بڑے بڑے سرداروں کے ساتھ خیرید و فروخت کا معاملہ تھا اور اس ذریعہ سے آپ کو بہت منافع ہوتا تھا اور آپ کے گھر دولت کا دریا بہتا تھا۔

بے اعتنائی

حضرت امام دالاشان کی بے اعتنائی اور بے پرواہی اور دلیری شاہوں کے سر کی طرح کم نہ تھی ایک دفعہ منصور سے جو بڑا قہار خلیفہ تھا تعداد از دواج کے بارے میں گفتگو ہوئی آپ نے خلیفہ کے روبرو اس بے جگری سے اس مسئلہ کا ذکر کیا۔ جو قریب قریب شاہوں کی معاشرت کے خلاف تھا آپ کبھی کلمہ توحید کہتے میں نہ چوکتے تھے چاہے آپ کی جان ہی خطرہ میں کیوں نہ پڑ جائے۔

آپ کی جوانی جس اولوالعزمی اور بے نیازی سے گزری۔ یہی کیفیت آپ کے بڑھاپے میں بھی رہی۔

قناعت کا یہ حال تھا کہ ایک دن کوفہ کے گورنر نے کہا آپ ہم سے الگ کیوں رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”مردی کا ایک ٹکڑا اور معمولی کپڑا امن و عافیت سے متاثر ہے تو اس پیش سے بہتر ہے جس کے بعد ندامت اٹھانی پڑے۔“

ماسوا اس کے بارہا کوفہ کے گورنروں نے بڑی لجاجت اور منت سے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ کبھی کبھی ان کے مکان پر تشریف لایا کریں۔ مگر آپ نے انہیں مانا۔ چنانچہ کوفہ کے گورنر یزید بن عمر نے جو عراقی اور عرب پر حکمران تھا۔ آپ سے درخواست کی کہ میرے ہاں کبھی کبھی قدم رنجہ فرمایا کریں تو مجھ پر بڑا احسان ہو گا۔“ آپ نے فرمایا: ”میں تم سے مل کر کیا کروں گا۔ اگر تم میرے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ گے تو مجھے فائدہ ہے کہ میں تمہارے دام میں پھنس جاؤں۔ غصہ

امام دالاشان کو یزید بن عمر نے میر منشی مقرر کر دیا تھا۔ آپ نے صاف جواب دیدیا کہ میں تیری ماتحتی میں آکر حکومت کرنے سے اعاذت نبویہ کا علم سکھانا بہتر جانتا ہوں۔“ اس پر وہ برا فرختہ ہو گیا۔ آپ کو جیل خانہ میں بھیج دیا اور حکم دیا کہ آپ کو ہر روز دس در سے مارے جائیں۔ دس دن کے بعد حکم منسوخ ہو گیا۔ پھر خلیفہ منصور نے آپ کو عہدہ قضا قبول نہ کرنے سے جس قسم کی تکلیف دی ہے اس کا بیان آگے آئے گا۔

تقسیم اوقات

حضرت امام محمد دالاشان نے کاروبار کے لئے وقت مقرر فرما رکھے تھے چنانچہ صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دیتے فتووں کے جواب لکھتے۔ پھر تدوین فقہ کی مجلس قائم ہوتی۔ اس مجلس کا کام ختم ہو چکنا۔ تو دوکان پر تشریف لائے جاتے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر گھر آ جاتے۔ اور گرمیوں میں اس کے بعد ہمیشہ سو رہتے۔ عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر اور مغرب کی نماز کے بعد سے عشاء تک درس و تدریس میں مصروف رہتے۔ نماز عشاء کے بعد ساری رات عبادت الہی میں گزار دیتے۔ نماز مغرب سے پہلے جس قدر وقت تدریس سے بچتا اس میں دوستوں کی ملاقات

بیماروں کی عیادت تمام میسری اور غریبوں کی خبرگیری فرمایا کرتے۔
کبھی کبھی کام زیادہ ہوتا تو سارا دن دوکان پر رہتے۔ گردہاں بھی دس
وند لیں اور تندرین فقہ کا کام جاری رہتا۔

تدوین فقہ

امام صاحب خواب۔

کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے ایک دفعہ بہت ہی خوفناک
خواب دیکھا اس میں ایک قسم کی سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ کہ مبادا
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملازم ہو گئے ہوں شاید میں نے
کسی مسئلہ میں غلطی کی ہے اسی پریشانی میں اٹھ کر ابن مسیرین سے جو
حضرت انس بن مالکؓ کے ملام تھے اور علم تعبیر میں یدِ طلبے رکھتے
تھے اور کوفہ ہی میں رہتے تھے، اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے
فرمایا۔ یہ کوئی خوف کی بات نہیں بلکہ تمہارے لئے موجب فخر ہے
اس خواب میں یہ اشارہ ہے کہ تم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت
کو جواب پریشان حالت میں ہے صحیح کو سفیم سے جدا کر دکھاؤ گے
یہ بشارت خاص تمہارے ہی لئے ہے۔

(تاریخ ابن خلکان)

۱۴۱ اس زمانہ میں حدیث کے اختلاف کی وجہ سے عوام تو
درکنار خاص بھی پریشان تھے بڑے بڑے مدعیانِ علم بھی پکڑ
میں تھے اسی باعث سے تمام اطراف ملک سے ہزاروں
فتوے آپ کے پاس آتے تھے جب فتوؤں کی بھرمار ہونے
لگی تو آپ نے ضروری سمجھا کہ ایک ایسا مجموعہ فتاویٰ بنایا جائے
جس کے پاس رکھنے سے ضروری مسائل شرعیہ وغیرہ میں
لوگوں کو کافی مدد ملے۔ ملک کے قاضیوں کے لئے جو روزانہ
کار و بار میں غلطیاں کرتے ہیں عمدہ رہنما بنے جس کے ہوتے

ہوئے ان کو مقدمات کے فیصلہ میں غلطی واقع نہ ہو آپ نے تدوین
فقہ کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی اور اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا
حضرت امجد و روح نے اس اہم کام کے لئے ایک
خاص کمیٹی مقرر کی۔ اس میں بڑے بڑے اعیان و اکابر علماء کو شریک
کیا۔ اس مجلس کے قواعد و ضوابط مقرر کئے اور تقریباً تیس برس
کی مدت میں یہ عظیم الشان کام انجام کو پہنچا۔

ہزاروں، لاکھوں ضروری مسائل منضبط ہو گئے۔ قواعد
حقوق و الجہان کے مصنف نے کتابا لصیانت کے حوالہ سے
لکھا ہے۔ کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے جس قدر مسائل مدون کئے
ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔
شمس الامیرہ کروری نے کہا ہے کہ یہ خاص تعداد شاید
صحیح نہ ہو لیکن کچھ شبہ نہیں کہ ان کی تعداد لاکھوں سے کم نہ تھی حضرت
امام محمدؓ کی جو کتابیں آج موجود ہیں ان سے اس کی تصدیق ہو
سکتی ہے۔

۱۴۲ آپ کے زمانہ کے تمام علماء نے آپ کے فتوؤں کے
مسائل سے تسلیمِ نعم کیا کسی کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ آپ کے اقوال
پر اعتراض کرتا۔ اہم راز ہی جیسے علامہ نے اس امر کا اعتراف
کیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ نے اپنے مسائل
جس زمانہ میں ظاہر کئے دنیا محمدؐین و ولایان انبار سے بھری
ہوتی تھی تاہم کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ ان کے اقوال پر ہنگامی رکھتا۔
(مناقب الشافعی)

۱۵۱ سچ تو یہ ہے کہ خدا سے عظیم و عظیم نے چاہا کہ ایک
ایسا عالی دماغ شخص پیدا کیا جائے جو زمانہ کی حالت کے
مطابق قانون مرتب کرے تاکہ لوگ اس قدر غلطی سے بچے رہیں
یہ شرف اسی مبارک ام کو ملنا تھا اور ضروری تھا کہ آپ ایسے
فقہی اصول مدون کریں جن پر صدیوں تک عمل کرنا چلا جائے
ایسا ہی ہوا کہ اب تک کروڑوں آدمی ان اصولوں کو اپنا ذریعہ

نجات جانتے ہیں اور اُن پر عمل کرتے آئے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے۔

ذیل میں حضرت امام موضح الشان کے چند فتوے ملاحظہ فرمائیں جن سے آپ کی نقاہت، فراست، اور ذہانت علمی کا اندازہ ہو جائے گا۔

فتوے

۱، ایک بار ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں آج غسل جنابت کروں تو میری بیوی کو تین طلاق۔ ذرا ٹھہر کر پھر کہا کہ اگر آج میں اپنی بیوی سے محبت نہ کروں تو اسے تین طلاق۔ کہنے کو تو وہ کہہ بیٹھا مگر پھر سوچا تو مشکل پیش آئی آخر کسی کی معرفت سے آپ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کر کے درخواست کی کہ یہ مشکل کیونکر رفع ہو؟

آپ نے فرمایا: نماز عصر پڑھ کر دوسری صورت سحر پنج جاؤ۔ سحر چھپتے ہی غسل کر کے نماز پڑھ لے تو پہلی اور تیسری بات بھی پوری ہو جائے گی۔

۲، ایک شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہوا اور قسم کھا کر کہا کہ جب تک تو مجھ سے دیولے گی میں تجھ سے کبھی نہ بولوں گا۔ عورت بھی تند مزاج تھی اس نے بھی قسم کھائی او وہی الفاظ دہرائے جو شوہر نے کہے تھے۔ جب غصہ اترا تو دونوں کو مشکل پیش آئی اور نئے انوس کرنے۔

شوہر امام سفیان ثوری کے پاس گیا اور صورت واقعہ بیان کی۔ سفیان نے کہا: قسم کا کفارہ دینا ہوگا اس سے چارہ نہیں۔ وہ یا یوس ہو کر اٹھا اور آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ لکھ کوئی تدبیر بتائیے تاکہ کفارہ سے بچ جاؤں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ شوق سے بائیں کرو۔ کسی پر کفارہ نہیں۔ امام سفیان ثوری نے جب سنا تو وہ بہت براہم ہوئے اور غصہ سے

آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ لوگوں کو غلط مسئلے بتایا کرتے ہیں۔ حضرت امام نے فرمایا: کہ اس شخص کو بلا دو جب وہ شخص آیا تو آپ نے اُس سے کہا کہ تم دوبارہ واقعہ کی صورت بیان کرو۔ اُس نے اعادہ کیا۔ آپ سفیان ثوری کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ جب شوہر کے قسم کھانے کے بعد اُسے مخاطب کر کے عورت نے کچھ کہا تو قسم کہاں باقی رہی؟ امام سفیان نے کہا: حقیقت میں جو بات آپ کو وقت پر سمجھ جاتی ہے۔ ہمارا خیال بھی وہاں تک نہیں پہنچتا۔

۳، ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میرا ایک بد مزاج بیٹا ہے اگر اس کی شادی کر دیتا ہوں تو بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اس کی کیا تدبیر کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اُسے ساتھ لے کر بازار میں جاؤ اور جو لونڈی اُسے پسند آئے خرید کر اس کے نکاح میں دے دو۔ لونڈی تمہاری ہے وہ آزاد نہیں کر سکتا۔ اور اگر طلاق دے دیگا تو تمہارا کچھ بچے گا نہیں۔

۴، ایک دفعہ امام سفیان ثوری اور ابن لیلیٰ دکن کے قاضی اور حضرت امام ابو حنیفہ ایک مجلس میں جمع تھے ایک شخص نے آکر یہ مسئلہ پوچھا کہ چند آدمی ایک جگہ مجتمع تھے دعتہ ایک سانپ نکلا اور ایک شخص کے بدن پر چڑھنے لگا اُس نے ٹھہرا کر پھینک دیا مگر وہ دوسرے شخص پر جاگرا۔ اس نے بھی پھینک دیا اور اس طرح ہوتے ہوتے آخر شخص پر گرا تو اُسے کاٹ لیا اور وہ شخص مر گیا دیت کس پر آئے گی؟

یہ فقہ کا ایک دقیق مسئلہ تھا۔ سب کو تاہل ہوا۔ آپ تو س کے چپ رہے باقیوں میں سے کسی نے کہا سب کو دیت دینی ہوگی کسی نے کہا پہلا شخص ذمہ دار ہے سب کے سب مختلف الراء تھے عرض اس میں بحث ہوتے لگی۔ آپ چپ تھے اور مسکراتے تھے آخر سب نے کہا

میں رہے تو تم پسند کرتے ہو؟ دونوں نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا:- جن سے تمہارا نکاح بندھا تھا ان کو طلاق دیدے اور نئے سرے سے اس کے ساتھ نکاح کر لو۔ جس سے ہم بستر ہوتے تھے۔“

از روئے فقہ جواب تو پہلا بھی درست تھا۔ مگر آپ کے فتوے میں عزت اور حریت کا لحاظ کیا گیا ہے اور مہر بھی خلوتِ صحیحہ نہ ہونے سے آدھا لازم آتا ہے اور جس عورت سے جامع ہوا تھا چونکہ اُسی سے بعد کو نکاح ہوا اس لئے انتظار ختمِ عدت کی بھی ضرورت نہیں رہی۔

عزض آپ کے فتوے اس قسم کے نہایت سہل اور آسان ہوا کرتے۔ جن میں فریقین کو آسانی ہوتی تھی اور کسی پر جبر نہیں ہوتا تھا۔ آپ فتوؤں میں حتیٰ الوسع کسی کی تکلیف گوارا نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا اور جواب نہ سوجھتا تو متردد ہوتے کہ غالباً میں کسی گناہ کا مرتکب ہوا ہوں یہ اسی کی شامت ہے پھر دُعا کر کے غنا دپڑتے اعدا استغفار کرتے۔

مختصر یہ کہ آپ کی فقہ اور فتاویٰ دے پر بڑے بڑے ائمہ کو راز تھا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس کو فقہ کی معرفت منظور ہو وہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب سے سیکھے۔ کیونکہ فقہ میں سب علیل ابی حنیفہ ہی ہیں۔“

اسمعیل بن ابان کہتے ہیں کہ عبد الرحمن بن عبد اللہ سعودی نے کہا کہ ابو حنیفہ فقہ اور فتوے میں موبد من اللہ تھے۔“

عزیزیکہ امام صاحب مددِ حق کا موقوف بجانب اللہ ہونا اس زمانہ میں مسلم تھا۔

آپ بھی اپنا خیال ظاہر کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ جب پہلے شخص نے دوسرے پر چھینکا اور وہ پنج رخ رہا تو پہلا بوی ہرچکا۔ اس طرح دوسرا اور تیسرا بھی۔ علی ہذا اور سب بھی۔ رہا مرنے والے سے پہلا آدمی۔ پس مگر اس کے چھیننے ہی سانپ نے کاٹا ہے تو اس پر دیت لازم آئے گی لیکن اگر خدا عفو و دفع ہوا ہے تو وہ بھی بری لازم ہو گیا۔ سانپ نے کاٹا تو مرنے والے کی غفلت سے کہ اس نے جلوی سے اپنا بچاؤ نہیں کیا۔ سب نے آپ کے فیصلہ کی تحسین کی اور کہا یہ آپ ہی کا حق ہے۔ (۵) ایک دفعہ کو فیض ایک شخص نے بڑی دھوم دھام سے ایک ساتھ اپنے دو بیٹوں کی شادی کی اور ولیمہ کی دعوت میں شہر کے تمام روسا و علماء کو بلایا۔ مسعر بن کلام حسن بن صالح۔ سفیان ثوری اور حضرت امام والاشان بھی شریک دعوت تھے اتنے میں صاحب خانہ بدحواس گھر سے باہر نکلا اور کہنے لگا غضب ہو گیا۔ لوگوں نے کہا۔ خیر تو ہے؟ اس نے کہا عورتوں کی غلطی سے شوہر اور بیویاں بدل گئیں یہ ایک کے پاس اپنی نہیں بلکہ دوسرے کی بی بی، مہتر تھی اب کیا کیا جائیگا؟

سفیان نے فرمایا:- امیر معاویہ کے زمانہ میں بھی ایسا ہی واقعہ ہوا تھا۔ اس سے نکاح میں فرق نہیں آتا البتہ دونوں کو مہر دینا اور انقضائے عدت کا انتظار کرنا ہو گا۔ کیونکہ جامعِ مشبہ سے ہوا ہے اور ایسی صورت میں شرعاً مہر اور عدت لازم ہے۔“

مسعر بن کلام نے آپ کی طرف دیکھا اور آپ سے کہا کہ اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ دونوں شوہر میرے سامنے آئیں تو جواب دوں گا۔ لوگ جا کر بلائے آپ نے دونوں سے الگ الگ پوچھا کہ رات جو عورت تمہارے ساتھ رہی۔ یہی تمہارے نکاح

نصائح اور ہدایات

حضرت امام والا شان کے شاگردوں نے یہاں تک ان امور میں ترقی کی جس کی نظیر مشکل مل سکتی ہے قاضی ابوالیوسف ہی کو جو ہارون الرشید کے عہد میں قاضی القضاۃ تھے جن کے حق تدبیر و انتظام نے اس صنف کو اس قدر وسیع و باقاعدہ مرتب کر دیا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اور زمانہ مابعد میں بھی اس سے بڑھ کر نہیں ہوا۔ اور یہ دراصل قاضی ابوالیوسف کا ذاتی کمال نہیں تھا۔ بلکہ حضرت امام مہدوی کی صحبت و تربیت کا فیض تھا جو آپ کی شاگردی سے حاصل کیا گیا تھا۔

اور سنئے امام صاحب کی زندگی میں قاضی ابوالیوسف کو شاہی تعلقات سے کچھ سروکار نہ تھا امام صاحب نے حلقہ درس ہی میں ان کی تعلیم کو ایسا مکمل کر دیا تھا جس کے باعث قاضی صاحب نے یہ شہرت اور ناموری حاصل کی جس کی نظیر حال خیال کی جاتی ہے حضرت امام نے ان کو کچھ ہدایتیں بھی کر دیں جو تمام دینی اور دنیوی مہمات کے لئے دستور العمل بن گئیں۔

حضرت امام نے قاضی صاحب کو ایک ہدایت نامہ لکھ کر دیا تھا اس ہدایت نامہ میں آپ نے جو طریقے ہمارے میں آمد و رفت رکھنے کے اور بادشاہ و قوت کے ساتھ سلوک کرنے کے بیان فرمائے ان کے ایک ایک لفظ سے آپ کی حق پرستی اور ویرانہ نشی ٹھیکتی ہے آپ فرماتے ہیں:-

- ۱۔ بادشاہ کے پاس بہت کم آمد و رفت رکھنا۔
- ۲۔ اس سے ہر وقت اس طرح پر غور رہنا جیسے انسان آگ سے حذر کرتا ہے۔
- ۳۔ جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہو دربار میں نہ جانا تاکہ مہاراجہ اعزاز قائم رہے۔

ہمارے بزرگوں کے سوانح حیات یا اوصاف لکھنے میں ہمیشہ یہ مد نظر رکھا جاتا ہے کہ ان کے وہ اوصاف بیان کئے جائیں جو دین ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی بزرگ کی سوانح عمری یا تذکرے میں ان اوصاف کا ذکر بھی ہو ضاحت مذکور ہو جو امور دنیوی سے متعلق ہیں مثلاً سلطنت کے کاروبار، مختلف فنون، معاملات تجارت اور خانگی امور اور سلوک وغیرہ وغیرہ اس قسم کے اوصاف کا تذکرہ بہت کم ہوتا ہے۔ البتہ تیزی ذہن، قوت حافظہ، بے نیازی و واضح تفہیمت، زہد، القاد وغیرہ اوصاف کا ذکر ضرور ملتا ہے عقل فراست، تدبیر وغیرہ کا ذکر تک نہیں آتا۔ گویا یہ باتیں دنیا داروں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اس کے دوسری سبب ہیں۔ اول یا تو ان بزرگوں کو ان اوصاف میں پورا مکمل حاصل نہیں ہوتا جو اس قابل ہو کہ اس کو بذریعہ تحریر ظاہر کیا جائے۔ دوسرے ان کے سوانح کے مولفوں یا مصنفوں کو ان اوصاف سے مس نہیں ہوتا۔ ہمارے امام والا شان کی ایسی کامل ذات ہے کہ ان امور کا ذکر خاص کر آپ کی پاک زندگی کا مایہ ناز ہے آپ اگرچہ شاہی تعلقات سے آڑا وائے زندگی بسر کرتے تھے لیکن قوم اور ملک کے ساتھ آپ کے جو تعلقات تھے وہ خود ایک ملکی حیثیت رکھتے تھے جس کے فرائض کو آپ نے اس وائے اور ہوشمندی سے سرانجام دیا جو ایک مدبر سلطنت کے شایاں ہے یہی وجہ ہے کہ آپ ہی طبقہ علماء میں اس خصوصیت کے اعتبار سے ممتاز ہیں اور سلطنت و انتظام میں آپ کو وہ مہارت کامل حاصل تھی جس کی تقلید شاہان زمانہ نے کی اور ان

جائز ذریعوں سے فراغت حاصل کرنا۔ اس لحاظ سے کہ علم و دولت ایک وقت میں حاصل نہیں ہو سکتے۔

۲۔ جب علم و دولت سے فراغت حاصل ہو جائے تو نکاح کرنا لیکن یہ بخوبی سمجھ لینا کہ اہل و عیال کی تمام ذمہ داریاں اٹھانے کا تم کو پورا یقین رہے۔

۳۔ شادی ایسی عورت سے نہ کرنا جو دوسرے شوہر سے اولاد رکھتی ہو۔

۴۔ عام آدمیوں سے عموماً اور دو تین دن سے خصوصاً علم میں بول رکھنا ورنہ ان کو یہ گمان ضرور گذرے گا کہ تمہیں ان سے کچھ ثروت لینے کی توقع ہے اور ان کو ثروت دینے کا عمدہ موقع مل جائے گا۔

۵۔ بازار میں جاتے سے پہلے ہونے کو نہا۔

۶۔ دو کالوں پر نہ بیٹھنا۔

۷۔ راستہ یا مسجد میں کوئی چیز نہ کھانا۔

۸۔ مسافرت یا استفادوں کے ہاتھ سے پانی نہ پینا ایسی ایسی اور باتوں سے تم کو بھی احتراز کرنا چاہئے۔

۹۔ کوئی شخص اگر مسئلہ پر چھے تو صرف سوال کا جواب جتنا اس نے پوچھا ہے اتنا ہی دے دو۔ اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہ کرو۔

۱۰۔ عقائد کے متعلق عوام سے گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔

۱۱۔ شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ اور ایسا سلوک کرو کہ دیکھنے والے کو گمان گذرے کہ تمہاری اولاد ہیں۔

۱۲۔ عام اور معمولی رتبہ کے آدمیوں سے مناظرہ نہ کرو۔

۱۳۔ کسی شہر میں اگر جانا پڑے تو وہاں کے علماء و فضلاء سے اس طرح بولو کہ ان کو رقابت کا خیال نہ ہو۔

۱۴۔ اگر کہیں غیبت کی تذکرہ کی جھڑپ ہو تو تم وہ بات کہ جس کا ثبوت تم کو پورے طور پر دے سکتے ہو اور خوب سمجھنے سمجھنے کے بعد کچھ منہ سے نکالو۔

۱۵۔ مناظرہ کے وقت نہایت جرأت و استقلال سے

۴۔ اگر اتفاق سے دربار میں ایسے لوگ موجود ہوں جن سے تم کو واقفیت نہ ہو تو اور بھی پرہیز کرنا کیونکہ جب ان کا رتبہ معلوم نہیں تو ممکن ہے کہ مخالفت اور گفتگو میں ان سے جو برتاؤ کیا جائے ان کی شان کے مناسب نہ ہو۔ وہ اگر تم سے زیادہ بلند رتبہ ہیں اور تم نے اس کا لحاظ نہیں کیا تو بے قیمتی سمجھی جائے گی اگر معمولی آدمی ہیں اور تم نے زیادہ تعظیم و تکریم کی تو بادشاہ کی آنکھوں میں تمہاری ذلت ہوگی۔

۵۔ بادشاہ اگر تم کو عہدہ قضا پر مامور کرنا چاہے تو پہلے دریافت کر لینا کہ وہ تمہارے طریقہ اجتہاد سے موافقت رکھتا ہے یا نہیں ایسا نہ ہو کہ سلطنت کے بادشاہ سے تم کو اپنی رائے کے خلاف عمل کرنا پڑے جس عہدہ اور خدمت کی تم میں قابلیت نہ ہو اس کو ہرگز قبول نہ کرنا۔ پھر ان فرائض کا ذکر کرتے ہوئے جن کی بجا آوری ہر ذی علم پر فرض ہے۔ ارشاد فرمایا۔

۶۔ اگر کوئی شخص شریعت میں کسی بدعت کا موجب ہو تو علانیہ اس کی غلطی کا اظہار کرنا تاکہ اور لوگوں کو اس کی تقلید کی جرأت نہ ہو۔ اس بات کی کچھ پرواہ نہ کرنا کہ وہ شخص جاہ و حکومت رکھتا ہے کیونکہ اظہار حق میں حد تمہارا مددگار ہوگا۔

۷۔ خود بادشاہ سے اگر کوئی نامناسب حرکت صادر ہو تو علانیہ اس کے منہ پر صاف کہہ دینا کہ گویں آپ کا مصلح ہوں اور آپ کی خدمت میں ہوں تاہم میرا فرض ہے کہ اگر آپ غلطی کریں تو میں اس سے آپ کو مطلع کر دوں پھر بھی اگر بادشاہ نہ مانے یا کوئی یہاں نہ بنائے تو کسی موقع پر تنہائی میں اس کو بھاننا کہ آپ کا فیصلہ کلام اللہ اور حدیث رسول کے مخالف ہے۔ اگر وہ سمجھ جائے تو اچھا ہے ورنہ عدالتے پاک کے آگے دعا کرنا کہ وہ تمہیں اس کے شر سے اپنی امان میں رکھے۔

زندگی کے معمولی کاروبار کے متعلق فرمایا۔

۱۸۔ تحصیل علم کو سب پر مقدم رکھنا جب تک یہ حاصل نہ ہو جائے دوسری طرف رجوع نہ کرنا۔ اس کے حاصل ہونے کے بعد دیگر

دوستوں یا شاگردوں کو بھیج دو کہ وہ اگر تم سے پورے حالات بیان کریں۔

۳۳۔ ہر بات میں تقویٰ اور امانت کو پیش نظر رکھو۔
۳۴۔ خدا کے ساتھ دل سے وہی معاملہ رکھو جو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہو۔

۳۵۔ جس وقت مسجد سے آذان کی آواز آئے فوراً نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔

۳۶۔ ہر مہینے میں دو چار دن روزہ کے لئے مقرر کر لو۔

۳۷۔ نماز کے بعد ہر روز کسی قدر وظیفہ پڑھ لیا کرو۔

۳۸۔ قرآن مجید کی تلاوت قضا نہ ہونے پائے۔

۳۹۔ دنیا پر بہت مائل نہ ہو۔

۴۰۔ اکثر قبرستان میں نکل جایا کرو۔

۴۱۔ لہر حب سے پرہیز کرو۔

۴۲۔ ہمسایہ کی کوئی برائی دیکھو تو پردہ پوشی کرو۔

۴۳۔ اہل بدعت سے بچتے رہو۔

۴۴۔ نماز میں جب تک تم کو لوگ خود نہ اہم بنائیں اہم نہ بنو۔

۴۵۔ جو لوگ تم سے ملنے آئیں ان کے سامنے علمی تذکرے کرو۔

اگر وہ اہل علم ہوں گے تو فائدہ اٹھائیں گے۔ ورنہ کم از کم ان کو تم سے محبت پیدا ہوگی۔ (حیات الاعظم۔ اہم اعظم سیرۃ النعمان۔ المناقب المکروسی)

۴۶۔ ہر بات سے بے پڑاہی اور بے نیازی ظاہر کرو۔

۴۷۔ حقیر کی حالت میں بھی وہی استغنا قائم رکھو۔

۴۸۔ عام آدمیوں میں بیٹھ کر وعظ نہ کیو۔ کیونکہ ایسے موقع پر وعظ اکثر جھوٹ بولنے پر مجبور ہوتا ہے۔

۴۹۔ شاگردوں کی کو فتنہ کے درس کی اجازت دو۔ تو خود بھی اس کی درسگاہ میں شریک نہ ہوتا کہ اس کے متعلق رائے قائم کر سکا اگر کبھی غلطی کر جائے تو جتنا دو۔ ورنہ تمہارے چپ رہنے سے لوگوں کو گمان ہو گا کہ اس نے جو کہا صحیح کہا۔

۵۰۔ فقہ کے سوا اور علوم کی مجلس ہو تو خود نہ جاؤ بلکہ اپنے مستند

کام لو اگر دل میں ذرا بھی خوف ہو گا تو تمہارے خیالات منتشر رہیں گے اور کبھی مجمع نہ رہ سکیں گے اور ساتھ ہی زبان میں لغزش بھی ہوگی۔

۱۶۔ جو لوگ آداب مناظرہ سے واقف نہیں یا مکر کا برہ کرنا چاہتے ہیں ان سے ہرگز گفتگو نہ کرنی چاہئے۔

۱۷۔ مناظرہ کے وقت غصہ نہیں کرنا چاہئے۔

۱۸۔ ہنسنا کم چاہئے زیادہ ہنسی سے دل افسردہ ہوتا ہے۔

۱۹۔ جو کام کرو اطمینان اور وقار کے ساتھ کرو۔

۲۰۔ کوئی شخص جب تک سامنے سے نہ پکارے جواب نہ دو۔ کیونکہ پیچھے سے پکارنا جاہلانہ دل کیلئے مخصوص ہے

۲۱۔ راستہ چلو تو دائیں بائیں نہ دیکھو۔

۲۲۔ حمام میں جاؤ تو عام آدمیوں کی نسبت زیادہ اجرت دو۔

۲۳۔ صبح اور دوپہر کے وقت حمام میں نہ جاؤ۔

۲۴۔ گفتگو میں سختی نہ کرو اور آواز بلند نہ ہونے پائے۔

۲۵۔ کوئی چیز خریدنی ہو تو خود بازار نہ جاؤ۔ بلکہ لوگ کو بھیج کر منگواؤ۔

۲۶۔ خانگی کاروبار یا انتظار نوکروں کے ہاتھ میں چھوڑ دینا چاہئے تاکہ تم کو اپنے مشاغل کے لئے کافی وقت اور فرصت ملے۔

۲۷۔ بادشاہ کے قریب سکونت اختیار نہ کرو۔

۲۸۔ ہر بات سے بے پڑاہی اور بے نیازی ظاہر کرو۔

۲۹۔ حقیر کی حالت میں بھی وہی استغنا قائم رکھو۔

۳۰۔ عام آدمیوں میں بیٹھ کر وعظ نہ کیو۔ کیونکہ ایسے موقع پر وعظ اکثر جھوٹ بولنے پر مجبور ہوتا ہے۔

۳۱۔ شاگردوں کی کو فتنہ کے درس کی اجازت دو۔ تو خود بھی اس کی درسگاہ میں شریک نہ ہوتا کہ اس کے متعلق رائے قائم کر سکا اگر کبھی غلطی کر جائے تو جتنا دو۔ ورنہ تمہارے چپ رہنے سے لوگوں کو گمان ہو گا کہ اس نے جو کہا صحیح کہا۔

۳۲۔ فقہ کے سوا اور علوم کی مجلس ہو تو خود نہ جاؤ بلکہ اپنے مستند

حکیمانہ مقولے

۱۔ حضرت امام مہرچ الشان کے حکیمانہ مقولے بھی سنئے

اور یاد رکھنے کے قابل ہیں آپ اکثر فرمایا کرتے تھے:-

۱۔ جس شخص کو علم نے معاصی اور فواحش سے نہ باز رکھا اس

سے زیادہ زیاں کار کون ہو گا۔

بھی اختیار کیجئے کہ دنیا و آخرت دونوں دلیتیں آپ کو حاصل ہوں۔
۱۱۔ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ سے سوال کیا۔ فقہ کے حاصل ہونے میں کیا چیز معین ہو سکتی ہے؟ اہم ممدوح نے فرمایا۔ ”مجی“ اس نے پھر پوچھا۔ ”وہ کبھی کیونکر حاصل ہو؟“ آپ نے جواب دیا۔ ”دنیا کے تعلقات کم کئے جائیں۔“ اس نے پھر سوال کیا۔ ”تعلقات کیونکر کم ہوں؟“ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ”الناس ضروری چیزیں مل لے لے اور غیر ضروری چھوڑ دے۔“

وفات

موت ایک ناگوار شے ہے آخر وہ وقت بھی آپہنچا کہ یحییٰ بن القاسم المرتب امام اس جہان فانی سے عالم بقا کی طرف سدھارے۔ شامہ میں آپ بیمار ہوئے اور اس بیماری کا سبب زہر بخواتی تھا۔ یعنی خلیفہ منصور نے بے خبری میں آپ کو زہر دلوادیا۔ جب آپ کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپ نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ آپ سجدہ ہی میں تھے کہ آپ کی روح مبارک نے عقبے کی ماہ لی۔
”انا للہ وانا الیہ راجعون۔“

آپ نے وصیت کی تھی کہ میری قبر خیران میں بنانا وہیں آپ کی قبر بنائی گئی۔ ۱۱۴۴ھ کے آغاز میں سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے وہاں ایک بہت بڑا مقبرہ بنوایا۔ جو اب تک زیارت گاہ خاص و عام ہے اور اب تک بغداد کے مقبرہ و مقدس مقامات میں شمار ہوتا ہے۔ غلام سب کو اس کی زیارت سے مشرف فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا علی و
علی آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم
الرحمین۔

۱۲۔ جو شخص علم میں گفتگو کرے اور اس کو یہ خیال نہ ہو کہ ان باتوں کی بازی پس ہوگی۔ وہ مذہب اور خود اپنے نفس کی قدر نہیں جانتا۔
۱۳۔ اگر علماء خدا کے دوست ہیں تو دنیا میں کوئی خدا کا دوست نہیں ہے۔

۱۴۔ جو شخص حمل از وقت ریاست کی تمنا کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے
۱۵۔ جو شخص علم کو دنیا کے لئے سیکھتا ہے علم اس کے دل میں جگہ نہیں پکڑتا۔

۱۶۔ سب سے بڑی عبادت ایمان اور سب سے بڑا گناہ کفر ہے۔ پس جو شخص افضل ترین عبادت کا پابند اور بدترین معاصی سے محترز ہے اس کی مغفرت کی بہر حال امید کی جا سکتی ہے

۱۷۔ جو شخص حدیث سیکھتا ہے اور اس سے استنباط و مسائل نہیں کرتا۔ وہ ایک عطار ہے جس کے پاس دوا میں ہیں لیکن یہ نہیں جانتا کہ کون دوائی کس مرض کے لئے ہے۔
۱۸۔ جو شخص علم کا مذاق نہیں رکھتا۔ اس کے آگے علمی گفتگو کرنی اس کو اذیت دینی ہے۔

۱۹۔ اپنے دوست (نفس) کے لئے گناہ جمع کرنا اور دشمن دوستی کے لئے مال جمع کرنا کیسی غلطی ہے

۲۰۔ عبدالعزیز بن رواد کو خلیفہ نے اپنے دربار میں طلب کیا۔ وہ آپ کے شاگرد تھے۔ مشورہ لینے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ خلیفہ نے مجھ کو بلایا ہے میری مرضی ہے کہ سرورِ بابر میں خلیفہ کے سامنے وعظ کہوں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے ایسا عمدہ طریقہ وعظ کا بتلائیں جس میں میری اور خلیفہ کی بہتری ہو۔“ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ کہنا کہ اسے امیر المومنین! دنیا کے طلب کرنے سے تین اعزازیں پورے ہو سکتے ہیں ۱) عزت ۲) ملک ۳) مال۔ یہ سب آپ کو حاصل ہیں۔ اب تقویٰ اور عمل صالح

محترم جناب نعیم مناصد نقی

یہ دنیا کس کی ہے؟

تاریخ نے پوچھا اے لوگو — یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟

شہابی نے کہا — یہ میری ہے

اور دنیا نے یہ مان لیا

پھر تخت بچھے، یوان سجے، گھڑیاں بجے، دربار لگے

تلوار چلی اور خون بہے، انسان لڑے انسان مرے

دنیا نے بالآخر شاہی کو

پہچان لیا۔ پہچان لیا

تاریخ نے پوچھا پھر لوگو — یہ دنیا کس کی دنیا ہے

دولت نے کہا — یہ میری ہے!

اور دنیا نے یہ مان لیا

پھر بینک کھلے، بازار بجے، بازار بجے، بیوپار بڑھے!

انسان لڑے، انسان پیٹے، آرام اُٹے، سب بیتی حُر اُٹھے

دنیا نے بالآخر دولت کو

پہچان لیا پہچان لیا
تاریخ نے پوچھا پھر لوگوں — یہ دنیا کس کی دنیا ہے
محنت نے کہا — یہ میری ہے

اور دنیا نے یہ مان لیا
پھر روح دہی، پھر پیٹ بڑھے، افکار سڑھے، کردار گرے
ایمان لٹے، اخلاق جلے، انسان مرے، حیوان بنے
دنیا نے بالآخر محنت کو

پہچان لیا پہچان لیا
تاریخ نے پوچھا اے لوگوں — یہ دنیا کس کی دنیا ہے
مومن نے کہا — اللہ کی ہے

اور دنیا نے یہ مان لیا
پھر قلبِ نظر کی صبح ہوتی، ایک نور کی منہ سے دھوپ ہی
ایک ایک خودی کی آنکھ کھلی فطرت کی صدا پھر گونج اٹھی؛
دنیا نے بالآخر آقا کو

پہچان لیا پہچان لیا

ایک شہنشاہ وقت اور ایک فقیر یوینسٹن

مراگر تو بگڑاری اسے نفیس طامع

بسے پاؤں شاہی کُھم در گدائی؟

سفیان بھاگے ہوتے باہر آئے۔ امیر المومنین کو دیکھ کر کہنے لگے۔
”امیر المومنین آپ نے مجھے بلالیا ہوتا، میں خود حاضر ہو جاتا۔“
ہارون نے کہا۔ ایک اہم بات کے لئے ہمارا آنا ہوتا۔ پھر کچھ دیر ان
سے مختلف قسم کی باتیں کرتے رہے۔ آخر میں سوال کیا۔
”آپ کچھ مقروض بھی ہیں“ سفیان نے کہا، ”جی ہاں“ ہارون
نے مجھے ان کا قرض ادا کر دینے کا حکم دیا۔

ہم وہاں سے چلے تو راستے میں امیر المومنین نے مجھے
خطاب کر کے کہا۔ ”کسی اور کے پاس چلو، ان سے مجھے کوئی فائدہ
نہیں ہوتا۔“

میں نے عرض کی ”پھر عبدالرزاق بن ہمام حمیری منافی ہیں“
بولے ”اچھا ان کے پاس لے چلو۔“

ہم ان کے پاس گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے
پوچھا۔ کون؟ میں نے جواب دیا۔ امیر المومنین تشریف لائے ہیں؟
وہ جلدی سے باہر نکلے اور امیر المومنین کو دیکھ کر بولے۔ ”آپ نے
مجھے طلب فرمالیا ہوتا۔ میں خود حاضر ہو جاتا۔“

امیر المومنین نے کہا ایک اہم مسئلہ حل ہونے کے باعث ہوا
پھر قحطی دیران سے باتیں کیں اور ان سے بھی قرض کی بابت
سوال کیا، جب معلوم ہوا کہ وہ بھی قرضدار ہیں تو مجھے ان کا قرض

حج کا زمانہ تھا۔ امیر المومنین ہارون الرشید منی میں مقیم تھے منی کا
پہلا دن گزر چکا تھا۔ اگلی رات ان کا وزیر فضل بن ریح دیر تک ان
کے پاس رہا۔ جب سونے کا وقت ہوا، وہ اپنے غیمہ میں چلا گیا۔
تقریباً آدھی رات گزری ہوگی، فضل بن ریح سو رہا تھا کہ اس نے
دروازے پر دستک سنی۔ اس نے دریافت کیا کون ہے؟
”امیر المومنین یاد کرتے ہیں“ جواب ملا۔

وہ جلدی سے باہر نکلا، دیکھا تو امیر المومنین ہارون الرشید
دروازہ پر ہیں۔ بولا۔ ”امیر المومنین آپ نے مجھے بلوالیا ہوتا
میں خود حاضر ہو جاتا۔“

ہارون نے کہا۔ خدا تم پر رحم کرے میرے دل میں ایک
بات کھٹک رہی ہے، اسے کوئی عالم ہی دور کر سکتا ہے۔
مجھے کسی کے پاس لے چلو، تاکہ میں اس سے بات کر دوں۔“

فضل نے کہا۔ ”سفیان بن عیینہ ہلائی آئے ہوئے ہیں
وہ محرم تشریف کے محدث اور مکہ کے بلند پایہ عالم ہیں۔“
اچھا انہیں پاس مجھے لے چلو، ہارون نے کہا۔

فضل کہتے ہیں کہ ہم سفیان کے ہاں گئے۔ میں نے دروازے
پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ کون ہے؟
میں نے جواب دیا۔ امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔

ادا کرنے کا حکم دیا۔

جب ہم وہاں سے چلے تو فرمایا: "میرے دل کی کھٹک ان کے ہاں بھی دور نہیں ہوئی۔ کوئی اور آدمی تلاش کر دے" میں نے کہا: "اچھا شیخ حرم فضیل بن عیاض مٹی ہیں، جو دین کے انہیں سے ہیں۔"

ہارون نے مجھے ان کے پاس لے چلنے کو کہا: "جب ہم ان کے پاس پہنچے وہ خیمہ میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور قرآن مجید کی آیات بار بار دہرا رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو انہوں نے دریافت کیا۔ کون ہے؟"

میں نے جواب دیا: "امیر المومنین تشریف لائے ہیں ذرا باہر آئیے۔"

بولے: "امیر المومنین سے میرا کیا تعلق؟"

میں نے کہا: "سبحان اللہ! امیر المومنین کی اطاعت آپ پر واجب نہیں ہے۔"

انہوں نے دروازہ کھولا۔ چراغ کی طرف لپکے، اسے گل کر دیا اور خود ایک گوشے میں جا بیٹھے۔ ہم نے ہاتھوں سے انہیں ٹٹولنا شروع کیا۔ ہارون الرشید کا ہاتھ میرے ہاتھ سے پہلے ان تک جا پہنچا۔ بولے: "کتنی نرم و نازک ہتھیلیاں ہیں۔ اگر یہ کل عذاب الہی سے بھی بچ سکیں۔"

میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص امیر المومنین سے آج ایک خدا ترس دل سے نکلی ہوئی دوڑک باتیں کہہ کر رہے گا۔ ہارون نے کہا: "خدا آپ پر رحم کرے۔ ایک اہم مسئلہ درپیش تھا جس کے لئے ہم آئے ہیں۔"

فضیل کہنے لگے: "کیا مسئلہ ہے؟" وجہ تو امیر المومنین، آپ نے اپنا بھی اٹھا رکھا ہے اور ان لوگوں کا بھی جو آپ کے ساتھ ہیں

اور حالت یہ ہے کہ اگر آپ ان ساتھیوں میں سے کسی کو اپنے نگاہ کا بوجھ اٹھانے کو کہیں گے تو کوئی آپ کے کام نہ آئے گا، بلکہ جو آپ کو جتنا ہی زیادہ محبوب ہو گا وہ اسی قدر آپ سے دور بھاگے گا یہاں فضیل کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ ہارون الرشید

کا یہ سال تھا کہ اس کے دل کی دھڑکنیں گھڑی کی آواز کی طرح اس قدر زینر تھیں کہ وہ خود بھی انہیں سنا ہو گا۔ فضیل نے تاریک رات کے پریمیت سناٹے میں اپنی بات پھر شروع کی: "جب امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے آپ نے سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطابؒ محمد بن کعب القرظیؒ اور رجاء بن حیوٰۃ کو بلوایا اور ان سے کہا: "مجھے اس آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے۔ مجھے کچھ مشورہ دیجئے کہ کیا کروں۔" ایک دن تھے کہ خلافت کو انہوں نے ایک آزمائش سمجھ رکھا تھا اور ایک آپ اور آپ کے ساتھی ہیں کہ اسے خوار بننا سمجھتے ہیں۔"

سالم بن عبداللہ بولے: "امیر المومنین اگر آپ کل عذاب الہی سے بچنا چاہتے ہیں تو مسلمانوں کے بزرگوں کو اپنا باپ، عام لوگوں کو اپنا بھائی اور چھوٹوں کو اپنا بیٹا سمجھئے، پھر باپ سے نیکی کا سلوک کیجئے، بھائی پر رحم کیجئے اور بیٹے کے ساتھ شفقت سے پیش آئیے۔" رجاء بن حیوٰۃ کا جواب یہ تھا: "وہ امیر المومنین! عذاب الہی سے نجات کے لئے ضروری ہے کہ آپ مسلمانوں کے لئے وہی پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں جس چیز سے خود آپ کو نفرت ہو اس چیز کو مسلمانوں کے لئے بھی پسند نہ کیجئے اگر آپ ایسا کریں تو پھر پرواہ نہ کیجئے کہ موت کب آتی ہے؟"

امیر المومنین! یہی باتیں میں آپ سے بھی کہتا ہوں۔ میں آپ کے لئے اس دن سے بہت ڈرتا ہوں جس دن لوگوں کے پاؤں پھسلنے لگیں گے۔ خدا آپ پر رحم کرے، ذرا بتائیے تو، آپ کے ساتھیوں میں بھی کوئی ان لوگوں جیسا ہے جو آپ

کو اس قسم کے مشورے دیا کرے؟

ہارون یہ باتیں سن کر اس قدر ڈیا کہ اس پریشانی طاری ہو گئی۔
فضیل کہتا ہے کہ میں نے فضیل بن ربیع سے کہا: ”امیر المؤمنین
سے آپ دوا زمری سے پیش نہیں آئیں۔“

انہوں نے جواب دیا: ابن ربیع! ان کے لئے
ہولکت کا پیغام تو تم ہو یا تمہارے ساتھی اور مجھے ان کے
ساتھ زمری کرنے کی نصیحت کرتے ہو۔“
اتنے میں ہارون کو ہوش آیا تو اس نے فضیل سے مزید
نصیحت کی درخواست کی۔

فضیل کہنے لگے: ”امیر المؤمنین! میں نے سنا ہے ایک
مرتبہ عمر بن عبدالعزیز کو ایک عامل نے یہ شکایت لکھ بھیجی
کہ مجھے رات کو جاگنا پڑتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اُسے جواب
لکھ بھیجا: ”میرے بھائی! دوزخ کی آگ میں دوزخیوں کا سو
نہ سنا اور بلا نہایت پڑے رہنا تمہارے پیش نظر رہے
کیونکہ یہ چیز سوتے جاگتے تھیں رب کی طرف بڑھنے پر
اکسا تی رہے گی۔ اس بات سے بچو کہ تمہارے قدم اس طستے
سے پھیل جائیں اور اسی حالت میں تمہاری زندگی اور امید
دونوں کا خاتمہ ہو جائے۔“ جو نبی عامل نے یہ خط پڑھا وہ
حکومت کا کام چھوڑ چھا حضرت عمرؓ کے پاس آگیا۔ انہوں
نے آنے کی وجہ پوچھی۔ بولا آپ کے خط نے میرے دل
کو ہلا دیا ہے۔ بخلا میں اب کوئی عہدہ قبول نہ کروں گا۔ تاکہ
مجھے موت آجائے۔

ہارون یہ سن کر زور زور سے رونے لگا۔ فضیل
سے درخواست کی کہ ”کچھ اور ارشاد فرمائیے۔“

فضیل نے کہا: ”امیر المؤمنین! حضرت عباسؓ رضی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ عرض لے کر آئے کہ مجھے کسی
جگہ امیر مقرر کیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا: ”جاس اپنے نفس

کو زندہ رکھئے، یہ اس امارت سے اچھا ہے جس کا حق آپ ادا نہ
کر سکیں قیامت کے دن یہ امارت حسرت و ندامت کا باعث ہوگی
اگر آپ اس کے بغیر رہ سکتے ہوں تو اس سے ضرور بچئے۔“
ہارون پھر رونے لگا اور کہا: خلا آپ پر رحم کرے، اپنا
ارشاد جاری رکھئے۔“

فضیل نے فرمایا: ”آپ ایک ایسے شخص ہیں جس سے
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساری رعیت کے بارے میں
سوال کرے گا، اگر آپ اپنے اس چہرہ کو آگ کے عذاب
سے بچا سکتے ہوں تو بچانے کی کوشش کیجئے۔ اس چیز
سے ہمیشہ بچئے کہ صبح و شام کسی وقت بھی آپ کے دل
میں سعایا کے لئے کچھ نہ درست ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ جس حکمران نے اپنی رعیت کے لئے اپنے دل میں
کید کو جگہ دی وہ جنت کی خوشبو کبھی نہیں پاسکتا۔“

یہ سن کر پھر ہارون پر گریہ کا عالم طاری ہو گیا۔ جب ذرا
سکون ہوا تو اس نے فضیل سے پوچھا: ”آپ پر کچھ قرض بھی ہے؟“
فضیل نے جواب دیا: ”جی ہاں، میرے رب کا مجھ پر
قرض ہے جس کا وہ مجھ سے حساب لے گا۔ میری بد قسمتی ہے
اگر وہ اپنے حساب میں سختی کرے، میری شامت ہے اگر
وہ مجھ سے اس کی بابت سوال کرے، اور میں ہلاک ہوا اگر
اُس نے مجھے کوئی عذر پیش کرنے کی توفیق نہ دی۔“
وہ نہیں میرا مطلب بندوں کے قرض سے ہے ہارون
نے دوبارہ پوچھا۔

فضیل کہنے لگے: ”میرے رب نے مجھے اس کا حکم نہیں
دیا۔ اس لئے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ اس کے وعدے
کو سچا جانوں اور اس کے حکم کی اطاعت کروں اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادِي
(باقی صفحہ پر)

مسائل قربانی

قربانی کس پر واجب ہے

اجس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر بقرہ عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو جتنے کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر دیوے تو بہت کچھ ثواب پائے گا۔

مسئلہ ۱ مسافر پر دجو پندرہ دن یا اس سے زیادہ کے ارادہ پر کہیں ٹھہرا ہوا ہو قربانی کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ ۲ قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے اولاد کی طرف سے واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد والدہ بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں، نہ اپنے مال میں سے، نہ اس کے مال میں سے، اگر کسی نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہوگی لیکن اپنے ہی مال سے کرے اس کے مال میں سے ہرگز نہ کرے۔ (ہدایہ ص ۲۸۸)

مسئلہ ۳ کسی پر قربانی واجب نہیں مگر لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا۔ اب اس جانور کی قربانی واجب ہو گئی۔ (در مختار ص ۲۳۲)

قربانی کے جانور

مسئلہ ۴ بکری، بکرا، بھیڑ وغیرہ گائے، بیل، بھینس، بھینسا اونٹ، اونٹنی اتنے جانوروں کی قربانی درست ہے اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ ۵ بکرا، بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں جب پورے سال کی ہو تب درست ہے اور گائے بھینس

دو برس سے کم کی درست نہیں پورے دو برس کی ہوں تب درست ہے اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں اور دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دو تو کچھ فرق نہ معلوم ہوتا ہو تو ایسے وقت چھ مہینے کے دنبہ اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے

مسئلہ ۶ جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو یا آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو یا تہائی دم یا اس سے زیادہ کٹ گئی ہو تو اس جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ ۷ جو جانور اتنا ٹکڑا ہو کہ نقطہ تین پاؤں سے چلتا ہے پھر چاروں رکھا ہی نہیں جاتا، یا جو چھ پاؤں رکھتا ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا، اس کی بھی قربانی درست نہیں اور اگر وہ چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اس سے سہارا لیتا ہے لیکن ٹکڑا کر کے چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ (شامی ص ۲۸۸)

مسئلہ ۸ اتنا بڑا بالکل مرے جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر اتنا نہ ہو تو وہ بٹے ہونے سے کوئی ہرج نہیں قربانی ہو سکتی ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی بہتر ہے۔ (عالمگیری ص ۲۹۸)

مسئلہ ۹ جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ گڑھے لیکن زیادہ باقی ہیں تو درست ہے۔

مسئلہ ۱۰ جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں وہ بھی درست نہیں اور اگر میں لیکن بالکل چھوٹے چھوٹے تو درست ہے۔ (در مختار)

بھی اس گائے میں شریک کر لیں گے اور شرکت سے قربانی کریں گے اس کے بعد کچھ لوگ شامل ہوئے تو درست ہے اور اگر خریدنے وقت اس کی نیت شریک کرنے کی نہ تھی تو اس میں کسی کو شریک کرنا بہتر تو نہیں ہے، لیکن اگر کسی کو شریک کر لیا تو جس نے شریک کیا ہے اگر وہ امیر ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے تو یہ شرکت درست۔ اور اگر غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں تھی تو درست نہیں۔

(عالمگیری ص ۳۴۳)

مسئلہ ۱۵۔ اگر قربانی کا جائز کہیں کم ہو گیا اس لئے دوسرا خریدا۔ پھر وہ پہلو مل گیا اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو ایک ہی جائز کی قربانی اس پر واجب ہوگی اور اگر غریب ہے تو دونوں کی واجب ہوگی۔

(دہلیہ ص ۳۲۲)

قربانی کا وقت مسئلہ ۱۶ بقرعید کی تاریخ سے لے کر ۱۲ تاریخ کی شام و

غروب آفتاب سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے یہاں دن افصل ہے پھر ۱۲ تاریخ۔

مسئلہ ۱۷ بقرعید کی نماز سے پہلے شہر والوں کے لئے قربانی درست نہیں۔ جب نماز ہو جائے تب کرے اگر کسی عذر سے اس دن نماز ادا نہ ہوئی تو جب نماز کا وقت گزر جائے یعنی بعد از زوال اس وقت درست ہے البتہ اگر کوئی کسی دیہات گاؤں میں رہتا ہو تو وہ دسویں تاریخ کی صبح صادق ہونے کے بعد بھی قربانی کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۱۸ اگر شہر کار بننے والا قربانی کا جائز کسی گاؤں میں بھیجے، تو اس کی قربانی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر میں ہے ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوا لے اور گوشت کھائے۔ (دہلیہ)

مسئلہ ۱۹۔ جس جانور کے پیدائش ہی سے سینک نہیں۔ یا سینک تو تھے لیکن ٹوٹ گئے، تو اس کی قربانی درست ہے البتہ اگر بڑے ٹوٹ گئے ہوں تو درست نہیں۔

مسئلہ ۲۰۔ خنسی بکرے اور مینڈھے کی اور خارش جانور کی بھی درست ہے البتہ اگر خارش کی وجہ سے لاغر ہو گیا ہو۔ تو درست نہ ہوگی۔

مسئلہ ۲۱۔ اگر جانور قربانی کے لئے خرید لیا تب کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر کے قربانی کرے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہیں تو اس کے واسطے وہی جانور ہی درست ہے۔ (درمختار ص ۳۳۳)

مسئلہ ۲۲۔ اگر کوئی جانور کا بھن ہو تو اس کی قربانی جائز ہے پھر اگر بچہ بھی زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دے (دشامی) مسئلہ ۲۳۔ گائے، بھینس اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ صرف گوشت کھانے کی نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں سے کم ہو گا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی نہ اس کی جس کا پورا حصہ ہے نہ اس کی جس کا ساتویں حصہ سے کم ہے (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴۔ اگر گائے میں سات آدمیوں سے کم شریک ہوئے مثلاً پانچ یا چھ اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب سب کی قربانی درست ہوگئی اور اگر آٹھ شریک ہو گئے تو کسی کی درست نہیں۔

(عالمگیری ص ۳۹۹)

مسئلہ ۲۵۔ قربانی کے لئے کسی نے گائے خریدی اور خریدنے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی ادب لیا تو اس کو

مسئلہ ۷۷۔ رات کو بھی قربانی جائز ہے لیکن پسند اور بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ دکٹے اور قربانی درست نہ ہو۔
مسئلہ ۷۸۔ دسویں، گیارہویں تا یخ سفر میں تھا۔ بارہویں کو غروب آفتاب سے پہلے گھر پہنچا، یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا ہے یا پہلے مال نہ تھا۔ ۱۲ ار کی شام سے قبل مال دار ہو گیا تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۷۹۔ اپنی قربانی خود ذبح کرے تو بہتر ہے اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو دوسرے سے ذبح کرائے اور ذبح کے وقت خود وہاں کھڑا ہو جانا بہتر ہے اگر خود نہ جاسکا اور دوسرے سے کرایا۔ تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۸۰۔ کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تیئوں دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کرے اور اگر بکری خرید لی تھی تو بعینہ وہی خیرات کر دے۔

مسئلہ ۸۱۔ قربانی کے وقت کوئی نیت زبان سے پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر صرف دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تب بھی قربانی درست ہے لیکن یاد ہو تو یہ دعا پڑھنا بہتر ہے جب قربانی کو قبل ذبح لگائے تو یہ دعا پڑھے۔

إني وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض حنيئاً ومأخذاً من المشرقين ان صلواتي وسئلي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لا شريك له - وبذلك أبرت وأنا اول المسلمين -

اور ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللهم تقبل مني كما تقبلت من حبيبك محمد وخليتك ابراهيم عليهما الصلوة والسلام۔

متفرق احکام

۱۔ قربانی کا گوشت آپ کھا دے۔ رشتہ داروں کو دے اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کر دے۔ بہتر ہے کہ تہائی حصہ غریب مساکین کو دے، تہائی دوستوں کو اور تہائی اپنے اہل و عیال کو۔ لیکن جس شخص کا کنبہ زیادہ ہو، اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود ذبح کر سکتا ہے البتہ فروخت کرنا ممنوع ہے۔

۲۔ قربانی کی رسی جھول وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے۔

۳۔ قربانی کی کھال یا تولیوں ہی خیرات کر دے۔ یا بیچ کر اس کی قیمت ایسے لوگوں کو صدقہ دے جن کو مال زکوٰۃ میں سے دینا درست ہے۔ فروخت کئے بغیر خود اس کھال کو اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے۔ یعنی اس سے ڈول وغیرہ بنا سکتا ہے۔

اس کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا اور کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں۔ کھال یا اس کی قیمت کسی کو بھی اجرت میں دینا جائز نہیں۔ اس کا خیرات کرنا ضروری ہے۔ نقصاب کی اجرت اپنے پاس سے الگ دیکھے۔ کھال یا اس کی قیمت یا گوشت، چربی وغیرہ اس میں دینا جائز نہیں۔

۴۔ قربانی کا گوشت وزن سے پورا پورا تول کر

تقسیم کیا جائے۔ اندازہ ہے تقسیم نہ کریں۔ لیکن اگر کسی طرف کم گوشت کے ساتھ کھال لگا دیتے جائیں تو پھر اندازہ سے بھی تقسیم درست ہے اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہوں اور سب تقسیم نہیں کرتے بلکہ بچی ہی بقرار کو تقسیم کرتے یا کھانا چاہتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے۔

طلب علم و تعلیم

قرآنی کے چیلوں اور اس کی قیمت کے بہترین معرفت ہیں کہ اس میں دہرا ثواب ہے۔ صدقہ کا اور شامت علم دین کا۔

مصدقہ علی المسکین عن قدر معلی
وہی السحرا عندنا واصل قدر واصل
طالبان علوم دین ہی کی مدارات اور ان کے ساتھ
سین سلوک کا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے بتا کر فرمایا ہے۔ آپ نے صحابہ کو خطاب کر کے
فرمایا کہ تمام آدمی تمہارے تابع ہیں اور اطراف عالم
سے آدمی دین سیکھنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے کے
لئے آئیں گے۔ سو جب وہ جہار سے پاس آئیں تو میں
تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھلائی سے
پہل آنا۔ (ترمذی)

اب دیکھنا کہ مسلمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کیسے کرتے ہیں۔

محکم دارالعلوم نعیمیہ جامعہ مسجد بھیر

(بقیہ صفحہ ۴۹ پر منشاء وقت اور.....)

ما اس يد متهم من رزق وما اس يدان
يطعون ان الله هو الرزاق ذو القوة
المتين۔ ۵

ترجمہ: میں نے جن وائس کو نہیں پیدا کیا۔ مگر اس
لئے کہ تم میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے رزق چاہتا
ہوں اور نہ۔ پابند ہوں کہ وہ مجھے کھائیں۔ بے شک اللہ
ہی رزق دینے والا اور زور آور ہے؟

ہارون نے ایک ہزار دینار کی بقیہ فیصل کی طرف
بڑھانے ہوئے کہا۔ یہ ایک ہزار دینار بول فرمایا ہے
اس رقم کو اپنے اہل و عیال پر خرچ کیجئے اور اپنے رب کی
عبادت کے لئے اس سے ثروت حاصل کیجئے؟

فیصل نے جواب دیا۔ "سبحان اللہ! میں نے تجھے
راہ ہدایت کی تلقین کی اور تو مجھے یہ بدلہ دیتا ہے؟ خدا
تجھے سلامت رکھے اور تیری اصلاح کرے؟"

فضل بن ریح کہتا ہے کہ اتنا کہہ کر فیصل بالکل خاموش
ہو گئے اور ہم سے چھ کوئی بات نہ کی۔ کچھ دیر کے بعد ہم ان
کے پاس سے اٹھ آئے۔ باہر اگر امیر المومنین ہارون الرشید
نے کہا کہ جب بھی کوئی موقع ہو مجھے کسی ایسے ہی آدمی سے
ملنے کا مشورہ دیا کرو۔

معذرت یہ کاتب صاحب کے مسل علی ہو جانے کے باعث ماہ اپریل
کا شمار وقت شائع نہ ہو سکا۔ اب کاتب صاحب کے رجعت ہو
جانے پر ماہ اپریل اور ماہ مئی دونوں مہینوں کا رسالہ ایک جا
شائع کیا جا رہا ہے۔

(دیگر)